بسم الله الرحمن الرحیم

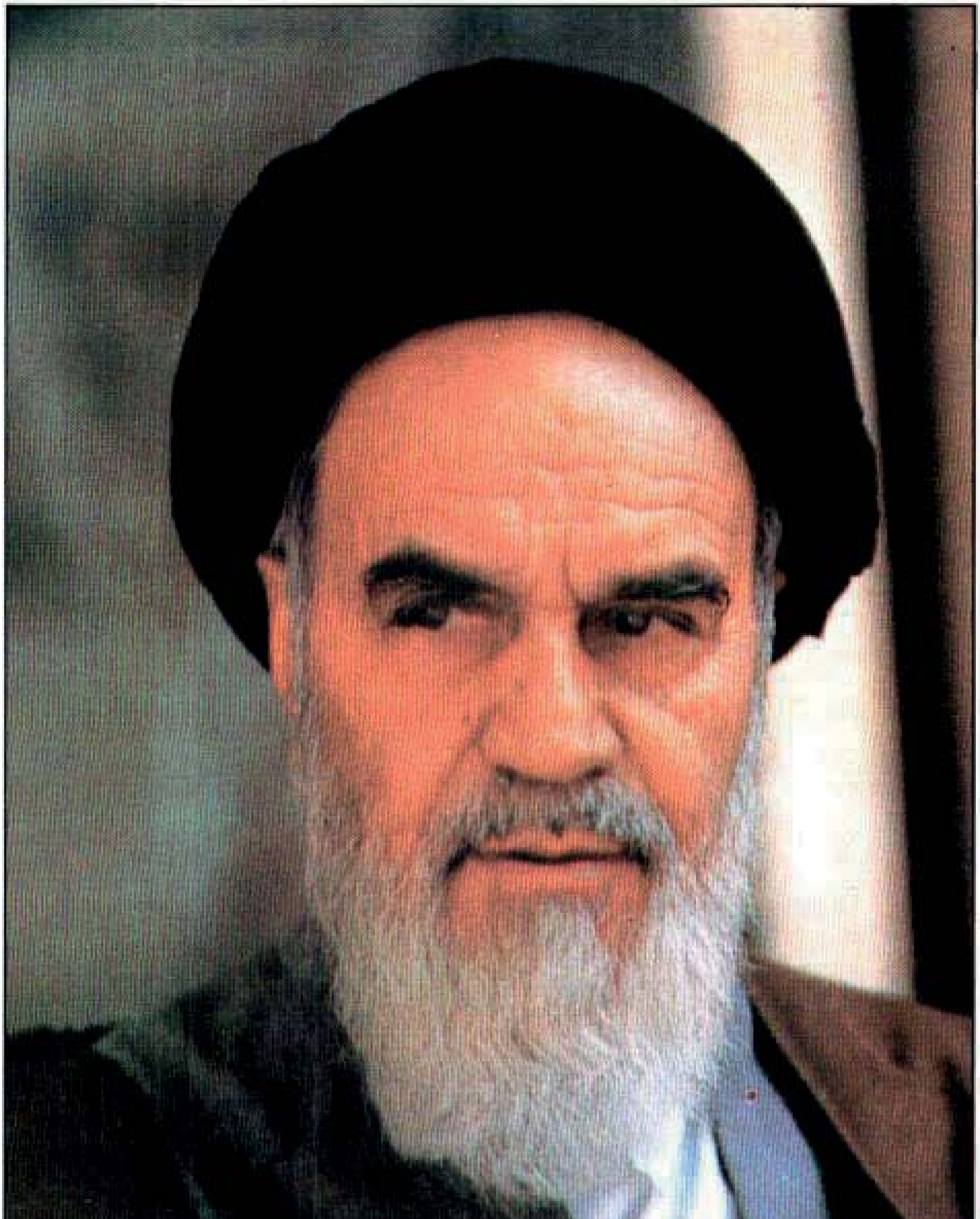

آخری پیغام

حضرت آیت اللہ العظمیٰ امام خمینیؒ

کا

الٰہی، سیاسی وصیت نامہ

مؤسسۂ تنظیم ونشر آثار امام خمینیؒ
بین الاقوامی امور

تمہید

امامؒ کا تعارف، امام کی اجازت سے

ذیل کا متن حضرت امام خمینی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ کی زندگی کے رفعت بدوش ادوار کا مرقع ہے کہ جو خود آپ کی توضیحات کے بعد آپ کے فرزند گرامی حضرت حجت الاسلام والمسلمین حاج سید احمد خمینیؒ کے توسط زینت قرطاس بنی اور اس کے بعد حضرت امامؒ نے بنظر غائر اس کا مطالعہ فرما کر اس کی تصحیح کی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شناختی کارڈ نمبر: ۲۷۴۴

مقام اجرا: گلپایگان

(تاریخ پیدائش: ۲۰ جمادی الثانی ۱۳۲۰ ہجری قمری،
یکم مہر ۱۲۸۱ ہجری شمسی۔ ۲۳ ستمبر ۱۹۰۲ عیسوی)

تاریخ پیدائش: (شناختی کارڈ کے مطابق): ۱۲۷۹ ہجری شمسی

خاندانی نام: مصطفوی

والد: جناب مصطفیٰ

والدہ: خانم ہاجرہ (بنت جناب میرزا احمد مجتہد مرحوم، جو خوانسار کے تھے اور خمین شہر میں رہتے تھے)

اس کارڈ پر جناب صفری نژاد کے دستخط ہیں جو اس وقت خمین میں رجسٹریشن آفس گلپایگان کے سرپرست تھے۔

میری تعلیم کا آغاز مرحوم ملا ابوالقاسم کے مکتب خانہ سے ہوا۔ میں نے ابتدائی تعلیم مرحوم آقا شیخ جعفر اور مرحوم میرزا محمود (افتخار العلما) سے حاصل کی۔ اس کے بعد اسی دوران میں نے (اپنے ماموں) مرحوم حاج میرزا محمد مہدی سے مقدمات کو شروع کیا اور مرحوم آقائے نجفی خمینی سے منطق سیکھی اور آپ کے (یعنی آیت اللہ پسندیدہ ؒ کے) حضور بظاہر (سیوطی، شرح باب حادی عشر) منطق اور مسلمہ طور پر کسی قدر مطول پڑھی۔

۱۳۳۹ ہجری میں جب میں اراک حصول علم کیلئے گیا تو وہاں مطول میں میرے استاد آقائے شیخ محمد علی بروجردی مرحوم اور منطق میں آقائے شیخ محمد گلپایگانی تھے۔ یہاں مجھے آقائے عباس اراکی مرحوم نے شرح لمعہ پڑھائی۔

پھر جب میں نے مرحوم آیت اللہ حاج شیخ عبدالکریم ؒ کی تاسی میں قم ہجرت کی (ظاہراً رجب ۱۳۴۰ ہجری ان کی ہجرت کا سال ہے) (حضرت آیت اللہ حائری نے بھی رجب ۱۳۴۰ ہجری، مطابق نوروز ۱۳۰۰ شمسی کو قم کی طرف ہجرت کی تھی) تو مطول کے تتمہ کو آقا میرزا محمد علی کے نام سے موسوم ادیب تہرانی مرحوم کی شاگردی میں پڑھا۔ سطوح کو میں نے کسی حد تک مرحوم آقائے حاج سید محمد تقی خوانساری کے حضور پڑھا مگر اس کے بیشتر حصہ کو اختتام تک مرحوم آقا میرزا سید علی یثربی کاشانی نے تعلیم دی اور میں ان ہی کے ساتھ مرحوم آیت اللہ حائری (حاجی شیخ عبدالکریم) کے درس خارج میں جایا کرتا تھا اور زیادہ تر درس خارج کی تعلیم، میں نے ان ہی سے لی ہے۔ فلسفہ میں میرے استاد حاج سید ابوالحسن قزوینی مرحوم رہے ہیں۔ میں نے ان سے اور مرحوم آقا میرزا علی اکبر یزدی سے ریاضیات (فلکیات اور حساب) کی تعلیم بھی حاصل کی ہے۔ عرفانی اور معنوی علوم میں، میں نے زیادہ تر مرحوم آقائے آقا میرزا محمد علی شاہ آبادی سے استفادہ کیا ہے۔ آقائے حائری مرحوم کے انتقال کے بعد بعض دوستوں کے ساتھ

ہماری بحث رہی یہاں تک کہ مرحوم آقائے بروجردی" قم تشریف لائے اور ہم رونق کی غرض سے ان کے درس میں شامل ہوئے اور استفادہ بھی کیا۔آقائے بروجردی" کی تشریف آوری سے مدتوں قبل میرا زیادہ تر مشغلہ سطوح عالیہ اصول وفقہ اور معقول وعرفان کی تدریس تھی آپ (آیت اللہ پسندیدہ) کے آنے کے بعد مرحوم آقائے مطہری جیسے بزرگوں کی خواہش پر میں نے فقہ کی تدریس خارج شروع کی اور علوم عقلیہ کو چھوڑنا پڑا اور یہ مصروفیت، جب تک میں قم اور نجف میں رہا مسلسل باقی رہی پھر جب مجھے پیرس کا سفر اختیار کرنا پڑا تو میں ان تمام چیزوں سے ہاتھ دھو بیٹھا اور دوسرے کاموں میں مشغول ہو گیا جو ابھی تک جاری ہیں۔

میری اہلیہ کا نام خدیجہ ثقفی اور عرفیت قدس ایران ہے جو ۱۲۹۲ شمسی میں پیدا ہوئی اور حضرت آقائے حاج میرزا احمد ثقفی طہرانی کی بیٹی ہے۔

تاریخ ازدواج ۱۳۰۸ شمسی۔ پہلا فرزند مصطفیٰ جو ۱۳۰۹ شمسی کو پیدا ہوا۔اس کے بعد عمر کی ترتیب کے لحاظ سے صدیقہ، فریدہ، فہیمہ، سعیدہ اور اس کے بعد ایک لڑکا احمد اور پھر ایک لڑکی لطیفہ ہے۔احمد کی تاریخ ولادت ۱۳۲۴ شمسی ہے۔

سعیدہ، لطیفہ اور مصطفیٰ کو چھوڑ کر میری باقی تمام اولاد بقید حیات ہے۔(البتہ حجت الاسلام سید احمد خمینی" بھی آپ" کے بعد انتقال کر گئے ہیں)۔

اسلامی انقلاب کے قائد عظیم الشان اور اسلامی جمہوریہ ایران کے بانی حضرت امام خمینیؒ، ہفتہ، ۱۴ خرداد ۱۳۶۸ ہجری شمسی (مطابق ۲۸ شوال ۱۴۰۹ ہجری قمری، ۳ جون ۱۹۸۹ء) کی شب میں دنیا کو ترک کر کے ملکوت اعلیٰ سے جا ملے۔

امام خمینیؒ کی رحلت سے دنیا اس ایسے حریت پسند اور تاریخ ساز انقلابی شخصیت اور اسلامی دنیا ایک ایسے بے نظیر قائد سے محروم ہوگئی جو اپنی فخر آمیز زندگی کے ذریعے مسلمانوں کی بیداری اور عظمت وحیات اسلامی کے احیا کا سبب بنے۔

ہمارے عزیز امام ایک اسلامی قائد کی حقیقی مثال اور کامل مصداق تھے۔ان بزرگ شخصیت کے تمام ارشادات اور پیغامات سبق آموز اور بیدار کرنے والے ہیں، لیکن ان کا الٰہی، سیاسی وصیت نامہ جس کو خود انہوں نے ملت ایران اور دنیا کے تمام مسلمانوں کیلئے ایک گرانقدر معنوی میراث کے عنوان سے تحریر کیا ہے اس لحاظ سے کہ وہ اہم اسلامی اور انقلابی اصولوں کا مجموعہ ہے، ایک ممتاز اور بے نظیر دستاویز ہے۔

آئندہ صفحات میں ہم اس وصیت نامے کا مکمل متن مطالعہ کریں گے اور اس ہستی کے جو اپنی پر برکت زندگی کے ۸۶ برسوں میں تقویٰ، تہذیب نفس، تقرب پروردگار، حصول علم اور مستکبرین کی قید و بند سے مستضعف ومحروم عوام کی آزادی کی راہ میں جدوجہد کرتی رہی اور مختصر یہ کہ خالص محمدیؐ اسلام کی آتش عشق میں پروانہ وار جلتی رہی، پیغام کو سنیں گے اور ان کی اعلیٰ روح سے عہد کریں گے کہ ہم اسلامی انقلاب کا اس نہج پر جس کے وہ قائد و پیشوا تھے، پائمردی، فداکاری اور ایثار کے ساتھ تحفظ کریں گے اور انشاء اللہ اس راہ کو آگے بڑھائیں گے۔

مؤسسۂ تنظیم ونشر آثار امام خمینیؒ

بین الاقوامی امور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

اِنِّي تَارِكٌ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ كِتَابَ اللهِ وَعِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي

فَإِنَّهُمَا لَنْ يَفْتَرِقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ ا

ترجمہ: میں تمہارے لیے دو گرانقدر چیزیں، کتاب اللہ اور اپنے اہل بیت علیہم السلام چھوڑے جا رہا ہوں، یہ کبھی بھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچ جائیں گے۔

ا۔ حدیث ثقلین ان معروف ترین احادیث میں سے ہے جس کو بہت سے اصحاب پیغمبرؐ نے تواتر کے ساتھ نقل کیا ہے اور خود اہل سنت کے ذریعے اس حدیث کے ذکر کے مآخذ کی کثرت حیرت انگیز ہے۔ اس حدیث اور اس قسم کی دیگر حدیثوں سے چند اہم مطالب استنباط کیے جا سکتے ہیں:

الف۔ چونکہ قرآن قیامت تک لوگوں کے درمیان باقی رہے گا، عترت رسولؐ بھی قیامت تک باقی رہے گی، یعنی کوئی بھی زمانہ امام اور حقیقی قائد سے خالی نہیں رہے گا۔

ب۔ پیغمبر اسلامؐ نے ان دو عظیم امانتوں کے ذریعے مسلمانوں کی تمام علمی اور دینی ضروریات کو فراہم کر دیا اور اپنے اہل بیتؑ کو مسلمانوں کیلئے علم و دانش کا مرجع اعلان کیا۔

ج۔ کسی مسلمان کو بھی یہ حق نہیں کہ اپنے آپ کو ان کی رہنمائیوں اور ہدایتوں کے دائرے سے خارج کرے۔

د۔ عوام کی دینی ضروریات اور تمام ضروری علوم اہل بیتؑ کے پاس موجود ہیں۔

ہ۔ اگر لوگ اہل بیتؑ کی اطاعت کریں اور ان کے اقوال کا سہارا لیں تو گمراہ نہیں ہوں گے۔

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَسُبْحَانَکَ،

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِهٖ مَظَاهِرِ جَمَالِکَ وَجَلَالِکَ وَخَزَائِنِ اَسْرَارِ کِتَابِکَ الَّذِي تَجَلّٰی فِیْهِ الْاَحَدِیَّـةُ بِجَمِیْعِ اَسْمَآئِکَ حَتَّی الْمُسْتَاْثَرِ مِنْهَا الَّذِي لَایَعْلَمُهٗ غَیْرُکَ؛ وَاللَّعْنُ عَلٰی ظَالِمِیْهِمْ اَصْلُ الشَّجَرَةِ الْخَبِیْثَةِ

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں اور تو پاک ہے، اے پروردگار۔ درود بھیج حضرت محمدؐ اور ان کی آلؑ پر جو مظہر ہیں جمال وجلال کے اور خزانے ہیں تیری اس کتاب کے اسرار کے جس میں احدیت جلوہ گر ہے، تیرے تمام اسما کے ساتھ حتی کہ اس خاص اسم کے ساتھ بھی جسے تیرے سوا اور کوئی نہیں جانتا اور لعنت ہو ان ظلم کرنے والوں پر جو شجرۂ خبیثہ کی جڑ ہیں۔

واما بعد:

مناسب سمجھتا ہوں کہ ثقلین۲ کے بارے میں نہایت اختصار کے ساتھ کچھ عرض کروں لیکن ان کے

۱۔ حمد باری تعالیٰ، خداوند عالم کے نام سے ہر کلام اور ہر بات کا آغاز کرنا بزرگوں کی پرانی سنت ہے۔ ہمیشہ ہی ایسا ہوتا ہے کہ اسلامی مقررین ومولفین اس سے قبل کہ اپنے مضمون کا آغاز کریں یا اپنی بات کی تشریح کریں پروردگار عالم کے نام کے ذکر اور اس کی رحمٰن اور رحیم ہونے کی دو صفتوں کے بیان کے بعد محمدؐ وآل محمدؐ پر درود بھیجتے ہیں اور بحث کے موضوع سے متعلق کسی کلام یا عبارت کو تمہید کے طور پر بیان کرتے ہیں۔ یہاں پر امامؒ حدیث ثقلین کو بیان کرنے کے بعد بحث سے مناسبت رکھنے والی دعا سے اپنی بات کا آغاز فرماتے ہیں۔

۲۔ ثقلین، ثقل کی تثنیہ ہے۔ یہ لفظ احادیث اور روایات کی تشریح اور قرآن کریم کی تفسیروں میں مختلف معانی اور مفاہیم میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً ''گراں قدر شے''، ''عظیم شے'' اور ''نفیس وقیمتی امانت'' وغیرہ۔ حدیث ثقلین سے مراد قرآن واہل بیت اطہار علیہم السلام ہیں۔

غیبی، معنوی اور عرفانی[1] پہلوؤں پر روشنی ڈالنا مقصود نہیں ہے، اس لیے کہ اس رخ سے مجھ جیسے کیلئے کم از کم قلم اٹھانا دشوار ہے اور ان کی شان میں جسارت بھی ہے، کیونکہ ان کی تجلیاں عالم ملک[2] سے ملکوت اعلیٰ[3] اور وہاں سے بزم لاہوت[4] تک گویا ساری کائنات کو اپنے احاطے میں لئے ہوئے ہیں۔ یہ وہ حقائق ہیں جن کا سمجھنا ہم لوگوں کے بس کی بات نہیں ہے۔ اگر ناممکن نہ سہی تو کم از کم طاقت بشری سے بالاتر ضرور ہے اور نہ ہی ثقل اکبر[5] اور ثقل کبیر[6] سے بچھڑ جانے کے بعد انسانیت پر جو گزری ہے اس کا

۱۔ عرفان، لغت میں "شناخت کرنے، حق تعالیٰ کی شناخت اور خداشناسی" کے مفہوم میں ہے۔ لیکن معارف الٰہی میں عرفان ایک عملی اور ثقافتی ادارہ ہے جس میں عملی اور نظریاتی دو شعبے ہیں۔ عملی شعبہ خدا، دنیا اور اپنی ذات کے سلسلے میں انسان کے روابط اور فرائض پر مشتمل ہے اور نظری شعبہ خدا، دنیا اور انسان کے بارے میں بحث کرتا ہے۔

۲۔ ملک (عالم مادی)، فلسفے کی ایک اہم بحث عوالم وجود یعنی موجود عوالم یا دنیاؤں کی تعداد کی شناخت سے تعلق رکھتی ہے۔ فلسفہ چند دنیاؤں کے وجود کو ثابت کرتا ہے۔ ان دنیاؤں میں سے وہ جو انسان آنکھوں سے دیکھ اور دیگر حواس سے محسوس کر سکتا ہے اور جس کے وجود کو ثابت کیا جا سکتا ہے، عالم فطرت ہے اور اس کو ملک سے تعبیر کیا گیا ہے۔

۳۔ ملکوت اعلیٰ، فلاسفہ ایک ایسی دنیا کے وجود کی ضرورت پر استدلال کرتے ہیں جو عالم فطرت (ملک) اور عالم الوہیت (خدا) کے درمیانی فاصلے میں واقع ہے۔ یہ دنیا جو مادہ، زمان اور مکان سے مجرد اور الگ ہے، اس کو مطلق طور پر "عالم ملکوت" (فرشتوں کا عالم) کہتے ہیں۔

۴۔ لاہوت، ایک اور دنیا جو انسان کیلئے دلیل اور برہان کی رو سے ثابت ہے وہ عالم الوہیت ہے یعنی خدا کی ذات مقدس جس میں تمام صفات کمال جمع ہیں، پروردگار کی ذات خود اکیلے ہی ایک عالم ہے اور عظیم ترین عوالم بھی ہے، یعنی اس کی ذات حق تمام دنیاؤں پر محیط ہے اور موجودات کا ایک ذرہ بھی اس کے احاطے سے خارج نہیں ہے۔ اس عالم کو اصطلاح میں "لاہوت" کہا جاتا ہے۔

۵۔ ثقل اکبر، جیسا کہ حدیث ثقلین اور مفسرین و محدثین کی توضیحات سے معلوم ہوتا ہے، ثقل اکبر وہی قرآن کریم ہے۔

۶۔ ثقل کبیر، ثقلین کے مفاہیم سے متعلق مآخذ کے متعلق ثقل کبیر، عترت رسول اللہ، ائمہ اطہار ہیں۔

تذکرہ کرنا چاہتا ہوں۔ (بلاشبہ) ثقل کبیر، ثقل اکبر سے سوا ہر چیز سے عظیم تر ہے، کیونکہ وہ تو اکبر مطلق ہے۔ اس وقت میں ان مصائب کو بھی بیان کرنا نہیں چاہتا جو (ثقلین) قرآن وعترت پر دشمنان خدا اور مکار وعیار طاغوتیوں[1] کی طرف سے ڈھائے گئے ہیں، بلکہ میں اپنی مصروفیت اور معلومات میں کمی کے سبب ان سارے حوادث کو قلمبند بھی نہیں کرسکتا، صرف سرسری طور پر کچھ حوادث کا تذکرہ کر رہا ہوں، شاید کہ یہ جملہ ﴿لن یفترقا حتیٰ یردا علي الحوض﴾ اس حقیقت کی طرف اشارہ ہو کہ رسول اللہ ﷺ کے وجود مقدس کے بعد ان میں سے ایک پر جو گزری ہے وہی دوسرے پر گزری ہے اور یہ دونوں کسمپرسی وبیکسی کے عالم میں حوض[2] پر رسول خدا ؐ کی خدمت میں پہنچ جائیں گے اور کیا یہ حوض وحدت سے کثرت[3] کے جا ملنے اور سمندر میں قطروں کے ضم ہونے کی جگہ ہے یا کوئی اور چیز، جس تک انسانی عقل

۱۔ طاغوتیوں، طاغوت کے پیروکاروں کے مفہوم میں ہے۔ طاغوت، قرآن کریم میں آٹھ بار استعمال ہوا ہے۔ طاغوت اسلام سے پہلے قبیلہ قریش کے ایک بت کا نام تھا اور شیطان کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اکثر مفسرین کا قول ہے کہ لفظ "طاغوت" ہر اس بت اور ہر اس چیز کیلئے استعمال ہوتا ہے جو انسان کو نیکی سے روکے اور ضلالت وگمراہی کی جانب لے جائے۔ طاغوت کو نیکیوں اور اعلیٰ اقدار کے خلاف طغیان اور سرکشی کرنے والا بھی بتایا گیا ہے۔

۲۔ حوض، لغت میں وہ آب گیر یا گڑھا ہے جو زمین میں پانی کو جمع رکھنے کیلئے بنایا جاتا ہے۔ دینی معارف میں لفظ "حوض" عام طور پر کوثر کے ساتھ اور "حوض کوثر" کی شکل میں آیا ہے جو ظاہراً جنت یا محشر میں ایک نہر ہے۔ امام خمینیؒ کے نقطہ نگاہ سے حوض کی تعبیر ایک اخروی حقیقت ہے، جس کو انہوں نے وحدت سے کثرت کے ملنے کی جگہ سے تعبیر کیا ہے، یعنی جس طرح کے مختلف نہریں حوض میں پہنچ کر متحد ہو جاتی ہیں، اسی طرح عالم آخرت میں قرآن اور عترتؑ بھی ایک دوسرے سے مل کر ایک ہو جائیں گے۔

۳۔ کثرت، فلسفے میں "کثرت" مخلوقات اور عالم ہستی کی مختلف اشیا کے خواہ وہ مادی ہوں یا غیر مادی، سلسلہ مراتب کے مفہوم میں ہے اور وحدت وہی ذات الٰہی ہے جو کائنات کی تمام مخلوقات اور موجودات کا مبدا اور سرچشمہ ہے۔ --->

وعرفان کی رسائی نہیں؟ بلاشبہ مرسل اعظم ﷺ کی ان دو امانتوں پر ستمگروں نے جو ستم ڈھائے ہیں، وہ صرف ان ہی دو پر نہیں، بلکہ یہ مظالم ساری ملت اسلامیہ پر ہوئے ہیں کہ جن کے بیان کرنے سے قلم عاجز ہے۔ یہاں اس بات کا ذکر ضروری ہے کہ حدیث[1] ثقلین مسلمانوں میں حدیث متواتر کی حیثیت رکھتی ہے اور اہل سنت[2] کی صحاح ستہ[3] کے علاوہ ان کی دیگر کتابوں میں مختلف مقامات پر الفاظ میں

<۔ اس وضاحت کے ساتھ وحدت سے کثرت کے ملنے کا مقام وہ اخروی مقام اور مرتبہ ہے جو کثرت سے اوپر اور وحدت کے نیچے قرار پاتا ہے اور ابتدائے خلقت میں وحدت سے کثرت کے صادر ہونے اور دنیا کے خاتمے پر کثرت کے وحدت کی جانب لوٹنے کا ذریعہ ہے۔

۱۔ حدیث، لغت میں نئے، تازہ اور جدید کے معنی میں، نیز قول اور خبر کے معنی میں آیا ہے۔ دینی علوم میں روایات اور اقوال بھی ہے جو پیغمبر اسلامؐ اور ائمہ اطہارؑ سے نقل کیے گئے ہیں۔

۲۔ اہل سنت، رسول اللہؐ کی رحلت کے بعد ان کے حقیقی جانشین اور امت اسلامیہ کی قیادت کا مسئلہ اس بات کا سبب بنا کہ مسلمان دو گروہوں میں تقسیم ہو جائیں۔ ایک گروہ وہ تھا جو حضرت علی علیہ السلام اور ائمہ اطہار علیہم السلام کا پیروکار تھا اور خلافت کو حضرت علیؑ اور ان کے خاندان کا حق جانتا تھا اور دوسرا گروہ اس عقیدے کا حامل نہ تھا۔ پہلے گروہ کو شیعہ اور دوسرے کو اہل سنت یا سنّی کہتے ہیں۔ اہل سنت چار مکاتب، یعنی حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی میں تقسیم ہوتے ہیں۔

۳۔ صحاح ستہ، لغت میں صحاح، حقیقی اور صحیح کے معنی میں اور صحیح کی جمع ہے۔ لہٰذا صحاح ستہ چھ صحیح کتابوں کے مفہوم میں ہے جن کو علمائے اہل سنت نے حدیث کی تمام کتابوں میں سے انتخاب کیا ہے اور ان کو احکامات، عقائد، تفسیر اور اسلام کے ابتدائی دور کی تاریخ کے ایک حصے کے استنباط اور استخراج کیلئے اپنے مراجعات کی اساس اور بنیاد قرار دیا ہے۔

یہ کتابیں درج ذیل ہیں:

الف۔ صحیح بخاری، تالیف: محمد بن اسماعیل بخاری (متولد ۱۹۶ متوفی ۲۵۶ ھ ق (۸۱۲۔۸۶۹ء))۔

ب۔ صحیح مسلم، تالیف: مسلم بن حجاج نیشاپوری معروف بہ قشیری (متولد ۲۰۶ متوفی ۲۶۲ ھ ق (۸۲۱۔۸۷۶ء))۔

ج۔ سنن ابن ماجہ، تالیف: محمد بن یزید بن ماجہ (متوفی ۲۷۳ ھ ق (۸۸۶ء))۔ -->

تھوڑی بہت تبدیلی کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے اور یہ حدیث شریف تمام انسانوں خصوصاً مسلمانوں کے سارے فرقوں کیلئے حجت قاطعہ ہے۔ لہذا تمام مسلمانوں کو جن پر اس حدیث کے ذریعہ اتمام حجت ہو چکی ہے، جوابدہی کیلئے تیار رہنا چاہیے۔ سادہ لوح عوام تو معذور سمجھے بھی جا سکتے ہیں لیکن ان کے مذاہب کے علما کیلئے کوئی گنجائش باقی نہیں ہے۔ اب آیئے یہ دیکھیں کہ خدا کی کتاب پر جو الٰہی امانت اور پیغمبر اکرم ﷺ کا ترکہ تھی کیا گزری ہے۔ حضرت علی علیہ السلام ۱؎ کی شہادت کے بعد سے ایسے

ج۔ د۔ سنن ابی داود، تالیف: سلیمان بن داود سجستانی (متوفی ۲۷۵ھ ق (۸۸۸ء))۔

ھ۔ جامع ترمذی، تالیف: محمد بن عیسیٰ بن سعدہ (متوفی ۲۷۹ھ ق (۸۹۲ء))۔

و۔ سنن نسائی، تالیف: احمد بن شعیب نسائی (متوفی ۳۰۳ھ ق (۹۱۵ء))۔

۱۔ حضرت علی علیہ السلام شیعیان عالم کے پہلے پیشوا اور امام حضرت علیؑ ۶۰۰ عیسوی میں پیدا ہوئے۔ ان کی والدہ حضرت فاطمہؑ اور ان کے والد رسول اللہؐ کے چچا حضرت ابو طالبؑ تھے۔ وہ چھ سال کی عمر سے رسول اللہؐ کے گھر میں بڑے ہوئے۔ وہ اسلام لانے والے پہلے شخص تھے اور انہوں نے رسول اللہؐ کا ساتھ دینے کا وعدہ کیا۔

پیغمبر اسلامؐ نے اپنی دعوت کے آغاز میں جب خدا کے حکم پر اپنے اعزا و اقارب کو دعوت اسلام دے رہے تھے تو ان کے اجتماع میں فرمایا: "تم لوگوں میں سے جو بھی سب سے پہلے میرے دین پر ایمان لائے وہ میرے بعد میرا جانشین ہوگا"۔ آپؐ نے اس جملے کو تین بار دہرایا اور تینوں بار صرف حضرت علیؑ نے ایمان لانے کا اظہار کیا۔ حضرت علیؑ نے ہجرت کی رات کو قریش کی سازش کے باوجود رسول اللہؐ کے بستر پر لیٹ کر پیغمبرؐ سے اپنی وفاداری کو ثابت کیا۔ رسول اللہؐ نے ان کو اپنا بھائی بنایا اور آخری حج سے واپسی کے وقت "غدیر" نامی جگہ پر ان کو اپنے بعد مسلمانوں کا سرپرست اور ولی مسلمین اعلان کیا۔ وہ تنہائی کے دنوں میں رسولؐ کے مونس و ہمدم اور سختیوں، نیز خطرات میں ان کے یاور تھے۔ رسول اللہؐ کی رحلت کے بعد حضرت علیؑ کچھ وجوہات کی بنا پر تقریباً ۲۵ سال تک حکومت کے انتظام و انصرام اور قیادت سے دور رہے۔ اس مدت کے دوران صرف نگرانی کے طور پر انحرافات کی روک تھام کرتے رہے۔ خلیفہ سوم کے قتل کے بعد صحابہ اور کچھ لوگوں نے اس سے بیعت کی اور ان کو خلیفہ انتخاب کیا۔ ان کی حکومت تقریباً چار سال اور نو مہینے تک --->

افسوسناک مسائل شروع ہوگئے جن پر خون کے آنسو بہانا چاہیے۔ خودخواہوں اور طاغوتیوں نے قرآن کریم کو اپنی قرآن دشمن حکومتوں کیلئے ایک وسیلہ بنالیا اور قرآن کے حقیقی مفسرین اور اس کے حقائق سے باخبر ہستیوں کو جنہوں نے پورا قرآن پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل کیا تھا اور جن کے کانوں میں ﴿انی تارک فیکم الثقلین﴾ کی آواز گونج رہی تھی انہیں اپنے سوچے سمجھے منصوبوں اور مختلف بہانوں سے پس پشت ڈال دیا اور اس طرح انہوں نے اس قرآن کو جو حقیقی معنوں میں انسانیت کیلئے حوض کوثر پر پہنچنے کا ذریعہ اور مادی و روحانی زندگی کیلئے عظیم دستور کی حیثیت رکھتا تھا اور ہے، عملی زندگی سے دور کردیا اور اس طرح عادل و منصف حکومت کی راہ بند کردی درحالیکہ قرآن کا مقصد اصلی ہی حکومت الٰہیہ کی تشکیل کرنا تھا۔ ان لوگوں نے دین خدا اور کتاب وسنت الٰہی سے انحراف کی بنیاد رکھی، پھر بے راہ روی یہاں تک پہنچ گئی کہ قلم اس کے ذکر سے شرم محسوس کرتا ہے اور یہ ٹیڑھی بنیاد جوں جوں اوپر اٹھتی گئی، گمراہیوں اور انحرافات میں اضافہ ہی ہوتا چلا گیا یہاں تک کہ وہ قرآن کریم جو دنیا والوں کی رشد و ہدایت اور تمام

ح۔ رہی۔ حضرت علیؑ نے اکثر تبدیلیوں کو جو رسول اللہؐ کے بعد وجود میں لائی گئی تھیں اپنی پہلی شکل میں لوٹا دیا۔ مخالف افراد نے جن کے مفادات خطرے میں پڑ گئے تھے ہر طرف سے علم مخالفت بلند کیا اور خلیفہ سوم کی خونخواہی اور قصاص کے بہانے سے خونیں خانہ جنگیاں برپا کیں جو حضرت علیؑ کے پورے عہد حکومت میں جاری رہیں سرانجام پیغمبر اسلامؐ کے بعد تاریخ کی اس بے مثال ہستی کو محراب عبادت میں شہید کردیا گیا۔ حضرت علیؑ کی شخصیت کے بارے میں گفتگو بہت مشکل کام ہے۔ انہوں نے اللہ کے دین کی راہ میں جانبازی اور فداکاری سے ایک لمحہ بھی غفلت نہیں کی۔ ان کے چھوٹے سے کچے مکان میں حسن و حسین علیہم السلام اور زینب سلام اللہ علیہا جیسے فرزندوں نے پرورش پائی کہ جنہوں نے تاریخ میں ایک گہرا اثر چھوڑا ہے۔ زمانے کے ظلمت کدے میں انسانیت کی مشعل فروزاں کو اٹھایا ہے اور حقیقت پسند انسانوں کے مقتدا اور پیشوا کا کردار ادا کیا ہے۔

مسلمانوں، بلکہ سارے کنبہ انسانی کو ایک مرکز پر احدیت کے مقام بلند سے کشف تام محمدیؐ ۱ پر نازل ہوا تھا تا کہ انسانوں کو اس مقام تک پہنچائے جہاں انہیں پہنچنا چاہیے۔ علم الاسماء ۲ کے اس مظہر (انسان) کو شیاطین اور طاغوتوں کے شر سے نجات دلائے، کائنات کو عدل وقسط سے معمور کرے اور حکومت کو معصومین ۳ اولیاء اللہ علیہم صلوات الاولین والآخرین کے حوالے کرے تا کہ وہ اس حکومت کو ایسے شخص کے سپرد کر دیں جو انسانیت کیلئے مفید ہو۔ لیکن ان خود پرستوں اور طاغوتیوں نے اس قرآن کریم کو

۱۔ کشف تام محمدیؐ، حضرت محمد ﷺ کیلئے قرآن مجید کے تمام حقائق کا آشکارا ہونا ہے، اس طرح کشف تام محمدی نزول قرآن کے مراتب میں سے ایک مرتبہ ہے جس میں قرآن حضرت رسول اکرمؐ کے دل پر نازل ہوا۔ قرآنی حقائق کے انکشاف کا یہ مرتبہ ادراک عقلی نہیں، بلکہ مشاہدے کا معاملہ ہے اور وہ غیبی مشاہدے کا، نہ کہ آنکھ سے مشاہدے کا، کیونکہ قرآن کی حقیقت کو صرف رسولؐ سمجھتے ہیں اور مکمل انکشاف حضرت محمدؐ کیلئے مخصوص ہے اور مکمل مشاہدہ ان سے مختص ہے۔

۲۔ علم الاسماء کے مظہر یا ولیدۂ علم الاسماء، ولیدہ فرزند کے معنی میں ہے اور علم الاسماعلم ومعرفت کی ایک قسم ہے جو صرف انسان کی سیکھنے کی موجود صلاحیت کے دائرے میں ہے۔

اس وضاحت کے ساتھ ولیدہ علم الاسما یعنی فرزند علم الاسما ہے اور دوسرے الفاظ میں اس کا مفہوم وہی انسان ہے۔ خداوند عالم نے انسان کو علم الاسما سکھایا تا کہ اس مخلوق میں زمین کی خلافت کی شائستگی اور لیاقت پیدا ہو۔ اگر خداوند عالم حضرت آدمؑ کو علم الاسما نہ سکھاتا تو انسان کو زمین پر خدا کی خلافت نہیں ملتی۔

۳۔ معصومین علیہم السلام معصوم کی جمع ہے اور گناہ سے روکا گیا ہے اور بے گناہ کے معنی میں ہے۔ معصوم اس شخص کو کہتے ہیں جس نے اپنی زندگی میں کوئی گناہ نہ کیا ہو۔ دینی معارف میں پیغمبروں اور اماموں علیہم السلام کی جملہ صفات میں سے ایک عصمت ہے۔ عصمت یعنی گناہ اور خطا سے محفوظ رہنا جوان کو اعتماد کی اعلیٰ ترین قابلیت عطا کرتی ہے۔ متن میں معصومینؑ سے مراد رسول اللہؐ اور اہل بیتؑ ہیں۔

میدان سے یوں ہٹادیا جیسے ہدایت کے سلسلے میں اس کا کوئی کردار ہی نہ ہو اور نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ قرآن کریم ظالم حکومتوں اور طاغوتیوں سے بھی بدتر خبیث ملاؤں کے ہاتھوں ظلم وفساد کی برقراری اور دشمنان خدا، نیز ظالموں کی بداعمالیوں کی توجیہ کا ذریعہ بن گیا۔

مگر ہائے افسوس! کہ سازشی دشمنوں اور جاہل دوستوں کے ہاتھوں یہ تقدیر ساز کتاب صرف قبرستانوں اور مرنے والوں کے ایصال ثواب کی مجالس تک محدود ہو کر رہ گئی اور (ابھی تک یہی صورتحال) ہے۔ اگرچہ اس قرآن کریم کو تمام مسلمانوں اور سارے انسانوں کی یکجہتی کا ذریعہ اور ان کی زندگی کا لائحہ عمل بننا چاہیے تھا لیکن اس کے بجائے وہ تفرقہ واختلاف کا باعث بن گیا یا مکمل طور پر عملی زندگی سے ہٹادیا گیا۔ لہذا یہی وجہ تھی کہ اگر کسی نے اسلامی حکومت کی بات کی یا سیاست کا نام لیا تو گویا اس سے کوئی بہت بڑا گناہ سرزد ہو گیا ہے۔ سیاسی ملا کا لفظ بے دین ملا کے مترادف ہو گیا تھا اور آج تک یہ صورتحال باقی ہے۔ جبکہ اسلام رسول خدا ﷺ اور قرآن وسنت کے عظیم کردار اس سے چھلک رہے ہیں۔ حال ہی میں بڑی شیطانی طاقتوں کی آلہ کار اور اسلامی تعلیمات سے بے بہرہ نام نہاد اسلامی حکومتوں نے مقاصد قرآن کو مٹانے اور بڑی طاقتوں کے شیطانی عزائم کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کیلئے قرآن کو خوبصورت رسم الخط میں چھاپ کر اطراف واکناف (عالم) میں روانہ کیا ہے اور اس شیطانی حیلے سے قرآن کریم کو عملی زندگی سے نکالنے کی کوشش کی ہے۔ آپ کو یاد ہے کہ محمد رضا خان پہلوی [۱] نے قرآن شائع کرایا تھا تاکہ عوام پر اپنی گرفت مضبوط رکھے اور بعض مقاصد اسلامی سے بے

۱۔ محمد رضا خان پہلوی، پہلوی سلسلہ کا آخری بادشاہ جو اکتوبر ۱۹۱۹ء میں پیدا ہوا۔ اس کے باپ رضا خان نے سلطنت کی باگ ڈور سنبھالنے کے بعد محمد رضا کو اپنا ولیعہد مقرر کیا۔ اس کو ابتدائی تعلیم کے بعد تعلیم جاری رکھنے کیلئے سوئٹزرلینڈ بھیجا اور وہاں سے واپسی کے بعد فوجی مدرسے میں داخل کیا۔ ۱۹۴۱ء میں اس کے باپ کی برطرفی اور جلاوطنی کے ...>

خبر ملا قرآنی کی اس اشاعت پر اس کے مداح بھی تھے، یہی حال شاہ فہد[1] کا بھی ہے اور وہ بھی ہر سال عوام کی بے پایاں دولت کا وافر حصہ قرآن کریم کی طباعت اور قرآن دشمن مذہب کے تبلیغی زر خریدوں کیلئے خرچ کرتا ہے اور سراپا بے بنیاد اور خرافاتی مسلک وہابیت[2] کی ترویج کر کے بھولی بھالی قوم کو بڑی طاقتوں کی گود میں پہنچا رہا ہے اور اسلام عزیز اور قرآن کریم کو مٹانے کیلئے خود اسلام اور قرآن کا

جانے کے بعد اتحادیوں نے اس کو رضا شاہ کا جانشین مقرر کرنے کی منظوری دے دی۔ محمد رضا شاہ کے عہد سلطنت کو ایک مجموعی تقسیم بندی کے تحت دو ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا دور ۱۹۴۱ء سے ۱۹۵۵ء تک کا ہے جس میں محمد رضا اپنے باپ جیسا اقتدار حاصل نہیں کر سکا تھا۔ دوسرا دور ۱۹۵۵ء سے ۱۹۷۸ء میں اس کے زوال تک کا ۲۳ سالہ دور ہے جس میں اس نے ایک مستبد اور مطلق العنان سلطان کی حیثیت سے ایران پر حکومت کی۔ شاہ کی ۳۷ سالہ حکومت کا مختصر حال وصیت نامے میں بیان ہوا ہے۔

۱۔ ملک فہد، سعودی عرب کا بادشاہ ہے۔ بڑی طاقتوں اور خصوصاً عالمی لٹیرے امریکہ سے اس خاندان کی وابستگی کی میزان، گمراہ کن مسلک وہابیت کی ترویج میں اس خاندان کے کردار، شیعیان علیؑ کے ساتھ ان کی دیرینہ اور تاریخی دشمنی، فلسطینی بہادر عوام کی جدوجہد میں منافقانہ کردار، بیت اللہ میں ایرانی اور دیگر ممالک کے حجاج کے قتل عام، حریم امن الٰہی کی بے حرمتی، ملک کے اندر اور جزیرہ نمائے عربستان کے باہر مجاہدوں اور مبارزوں کی سرکوبی، مسلمانوں کی دولت کی بربادی وغیرہ ہے۔ اس خاندان کے دیگر مظالم کیلئے متعلقہ کتابوں کو دیکھیں۔

۲۔ وہابیت، محمد بن عبدالوہاب نجدی کے ذریعے ہجری قمری کی بارہویں صدی کے اختتام اور تیرہویں صدی کے آغاز میں وجود میں آیا اور برطانوی سامراج سے منسوب ہے۔ وہابی عقیدے کے مطابق تمام اسلامی فرقے چاہے وہ شیعہ ہوں یا سنی، سبھی لوگ کافر و مشرک ہیں اور بت پرستوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ان کے نزدیک پیغمبرؐ اور ائمہؑ کی قبروں کا احترام اور ان کی تعظیم بدعت اور ایک طرح کی بت پرستی ہے۔ وہابی مسلمانوں کی دولت کے بھروسے پر ثقافتی اور تشہیراتی پہلوؤں میں بھی سرگرم عمل ہیں اور سپر طاقتوں کے تباہ کن پروگراموں کے نفاذ کے ایجنٹ ہیں۔

سہارا لے رہا ہے۔ ہمیں اور ہماری قوم کو جو سرتاپا اسلام اور قرآن سے وابستہ ہے، فخر ہے کہ وہ ایک ایسے مذہب کی پیروہے جو یہ چاہتا ہے کہ ان حقائق قرآنی کو جو سراسر وحدت مسلمین، بلکہ وحدت انسانیت سے معمور ہیں، مقبروں اور قبرستانوں سے نکال کر انسانیت کے عظیم ترین نجات دہندہ کی حیثیت سے عوام میں روشناس کروائے اور ملت اسلامیہ کو ان تمام بندشوں سے جو اس کے ہاتھ پاؤں اور قلب وعقل کو جکڑے ہوئے ہیں اور اسے فنا و نیستی اور سامراج کی غلامی کی طرف کھینچے لیے جا رہی ہیں، رہائی دلائے۔

ہمیں فخر ہے کہ ہم ایسے مذہب کے پیرو ہیں جس کی بنیاد خدا کے حکم سے رسول اکرم ﷺ نے رکھی تھی اور امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام جیسے علمبردار حریت کو نوع بشر کو ہر طرح کی اسارتوں اور غلامیوں سے رہائی دلانے پر مقرر فرمایا۔

ہمیں فخر ہے کہ کتاب نہج البلاغہ[۱] قرآن کے بعد مادی و روحانی زندگی کیلئے عظیم دستور، انسانیت کو آزادی عطا کرنے والی بلند ترین کتاب، جس کے روحانی احکام اور حکومتی منشور ہمارے لیے سب سے نمایاں راہ نجات ہیں، ہمارے معصوم امامؑ کی ہے۔

۱۔ نہج البلاغہ کا مطلب "بلاغت کا آشکار راستہ" ہے۔ یہ کتاب امیر المومنین علی علیہ السلام کے ارشادات کا منتخب مجموعہ ہے۔ جس کو شریف رضی محمد بن الحسین (متوفی ۴۰۶ ہجری قمری مطابق ۱۰۱۶ عیسوی) نے جمع کیا ہے۔ بزرگان دین نے نہج البلاغہ کو "برادر قرآن" پکارا ہے۔ اس کتاب کے مضامین خدا، عالم اور انسان کے تین اصلی موضوعات کے بارے میں ہیں۔ اس کے مضامین علمی، ادبی، دینی، سماجی، اخلاقی اور سیاسی مسائل پر مشتمل ہیں۔ قرآن کریم اور رسول اللہؐ کے ارشادات کے بعد اس سے زیادہ بلیغ اور رسا کلام کا بیان نہیں ہوا ہے۔ اب تک نہج البلاغہ پر ایک سو سے زیادہ شرحیں لکھی جا چکی ہیں جو مسلمانوں کے نزدیک اس کتاب کی اہمیت کی نشاندہی کرتی ہیں۔

ہمیں فخر ہے کہ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے لے کر انسانیت کے نجات دہندہ حضرت مہدی صاحب الزمان علیہم آلاف التحیۃ والسلام ۱ تک جو قادر مطلق کی قدرت سے زندہ اور ہمارے امور کے شاہد و نگراں ہیں تمام ائمہ معصومین علیہم السلام ۲ ہمارے امام ہیں۔

۱۔ حضرت مہدی علیہ السلام شیعوں کے بارہویں امام کا دور ایسی حالت میں شروع ہوا کہ ابھی آپ صرف پانچ سال کے تھے۔ حالات زمانہ کے پیش نظر اور مشیت ایزدی کے مطابق آپ نے غیبت اختیار کرلی، آپ کی غیبت دو مرحلے میں انجام پائی۔ غیبت صغریٰ کا دور ۶۹ سال تک انجام پایا۔ اس مدت میں امامؑ چار نمائندوں کے ذریعے لوگوں سے بالواسطہ رابطہ رکھتے تھے۔ اس کے بعد غیبت کبریٰ کا دور شروع ہوا جو اب بھی جاری ہے یہاں تک کہ ان کے ظہور اور باطل پر حق کے غلبے کا زمانہ آجائے۔ اسلامی فکر کے مطابق حضرت مہدیؑ کی وسیع اور طولانی جدوجہد اور ان کا ظہور اہل باطل کے خلاف اہل حق کی جدوجہد کے سلسلے کی آخری کڑی ہے یعنی اہل حق کی جدوجہد ہمیشہ جاری رہے گی اور حق کی کامیابی کیلئے راہ روز بروز زیادہ ہموار ہوگی یہاں تک کہ مہدی موعود علیہ السلام کا انقلاب اس جدوجہد کو اس کی آخری منزل تک پہنچائے گا اور انسانیت کے آسمان پر عدل و حق کا آفتاب طلوع کرے گا۔ وہ دن انسان کی فکری، معنوی اور سماجی بلوغ کا زمانہ ہوگا۔

۲۔ ائمہ معصومین علیہم السلام، اسلامی نصوص (صریح عبارتوں) کے مطابق ائمہ اسلام اور شیعیان عالم کے مقدس اور معصوم پیشواؤں کی تعداد بارہ ہے اور ان کے مبارک نام یہ ہیں:

۱۔ امام علی ابن ابی طالبؑ	۲۔ امام حسن ابن علیؑ	۳۔ امام حسین ابن علیؑ
۴۔ امام علی بن حسین السجادؑ	۵۔ امام محمد بن علی الباقرؑ	۶۔ امام جعفر بن محمد الصادقؑ
۷۔ امام موسیٰ بن جعفر الکاظمؑ	۸۔ امام علی بن موسیٰ الرضاؑ	۹۔ امام محمد بن علی التقیؑ
۱۰۔ امام علی بن محمد النقیؑ	۱۱۔ امام حسن بن علی العسکریؑ	۱۲۔ امام حجت بن الحسن المہدیؑ

۲۳ ﴿آخری پیغام﴾

ہمیں فخر ہے کہ معصومین علیہم السلام کی "مناجات شعبانیہ"! حضرت حسین بن علی علیہما السلام کی "دعائے

۱۔ مناجات شعبانیہ، اس مناجات کو اس کے وسیع مفاہیم اور کثیر مطالب کی وجہ سے امیر المومنین حضرت علیؑ، ان کے فرزند علیہ السلام اور تمام ائمہ معصومین علیہم السلام شعبان کے مہینے میں بار بار پڑھتے تھے۔ اس مناجات کی اہمیت اور پڑھنے کے بارے میں امام خمینیؒ نے اپنی پربرکت زندگی کے دوران بارہا تاکید کی ہے، اتنا ہی کافی ہے کہ ایسی دعائیں اور مناجاتیں بہت کم ہیں جن کے بارے میں یہ کہا جائے کہ تمام ائمہ اس کو پڑھتے تھے اور اس کے ذریعے خدا کی بارگاہ میں مناجات کرتے تھے۔

۲۔ حسین بن علی علیہما السلام، انسانی تاریخ کی عظیم ترین رزمیہ داستان عاشورا کے سورما امام حسینؑ، پیکر عدل و تقویٰ حضرت علیؑ اور مسلمان عورت کی مثال حضرت فاطمہؑ کے فرزند سنہ ۴ ہجری قمری میں پیدا ہوئے۔ حضرت علیؑ جیسے والد اور پیغمبر اسلامؐ جیسے نانا نے ان کی تربیت کی۔ سنہ ۵۰ ہجری قمری میں امام حسنؑ کی شہادت کے بعد خلیفہ وقت معاویہ نے اپنی سختیوں اور دباؤ میں اضافہ کر دیا اور اپنے تابع حکام کو حکم دیا کہ بیت المال کے رجسٹروں سے حضرت علیؑ کے شیعوں کے نام نکال دیں اور جو بھی حضرت علیؑ سے دوستی کا ملزم ہو اس کو گرفتار کر کے شہید کر دیا جائے۔

معاویہ کے گزر جانے کے بعد یزید کو اس کا جانشین مقرر کیا گیا اور اس نے اپنے باپ کی روش کو جاری رکھتے ہوئے حکم جاری کیا کہ حسینؑ سے بھی بیعت لی جائے اور اگر وہ راضی نہ ہوں تو ان کو شہید کر دیا جائے۔ امام حسینؑ، پستی اور رذالت کے اس نمونے یزید کے سامنے نہیں جھکے اور انہوں نے تلوار نکال کر عاشورا کے بنیادی انقلاب کا آغاز کر دیا تاکہ تاریکیوں میں روشنی پیدا کریں اور تاریخ کے جاودانی رزمیے کی بنیاد رکھیں۔ امام حسینؑ اپنی پوری زندگی اور اپنے خاندان اور ساتھیوں کو حق کی راہ میں فدا کر کے راہ حقیقت کے تمام سالکوں کیلئے مثال اور سرمشق بن گئے۔

امام حسینؑ کی شخصیت کے بارے میں بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں اور ان کے حالات کے بیان کیلئے بہت کچھ کہا گیا ہے۔ ان کی شجاعت، دلیری، حلم و بردباری، ظلم کا مقابلہ، انصاف پسندی، تواضع اور انکساری، نیز مہربانی اور محبت، دوست اور دشمن کی گواہی کے ساتھ بے مثال ہے۔

عرفات؛۱، زبور آل محمدؐ ۲، صحیفہ سجادیہ۳ اور حضرت فاطمہ زہراء علیہا السلام پر خدا کی جانب سے الہام شدہ کتاب ''صحیفہ فاطمیہ علیہا السلام''۵ جیسے حیات بخش دعاؤں کے ذخیرے جسے ''قرآن

۱۔ دعائے عرفات، عرفات مکہ معظمہ کے قریب حجاج کے توقف کا مقام ہے جہاں پر ۹ ذی الحجہ کو قیام کرتے ہیں۔ دعائے عرفات امام حسین علیہ السلام سے منسوب ہے۔ اس دعا کو امام حسینؑ اور امام سجادؑ ۹ ذی الحجہ کو عرفہ کے میدان میں پڑھتے تھے۔ یہ دعا حریت پسندوں کے سرور و آقا اور شہیدوں کے سالار کے اپنے محبوب و معبود کے ساتھ عاشقانہ راز و نیاز کو بیان کرتی ہے۔ دعائے عرفات معصومین علیہم السلام کی دیگر دعاؤں کی مانند نہایت اعلیٰ اور عمیق مفاہیم کی حامل ہے۔

۲۔ زبور آل محمدؐ، زبور اس آسمانی کتاب کا نام ہے جو خدا کے عظیم پیغمبر حضرت داودؑ پر نازل ہوئی تھی اور بہت سے علوم اور حکمتوں پر مشتمل ہے۔ صحیفہ سجادیہؑ اپنے موضوع کی اہمیت اور اس میں موجود مضامین اور مفاہیم کی گہرائی اور بلندی کے باعث اہل بیتؑ کے معارف سے آشنائی رکھنے والوں میں چند ناموں سے مشہور ہے، زبور آل محمدؐ ان میں سے ایک ہے۔ صحیفہ سجادیہؑ کے دیگر نام ''انجیل اہل بیتؑ'' اور ''خواہر قرآن'' ہیں۔

۳۔ ظالم حکام کی حکومت کے پیش نظر شیعیان عالم کے چوتھے امام حضرت سجادؑ کی ہدایتوں کا مجموعہ ان کے زمانے میں دعا کی شکل میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ ۵۴ دعاؤں پر مشتمل صحیفہ سجادیہؑ ایک ایسا دائرہ معارف ہے جو شیعوں کی تاریخ میں ہمیشہ محققین اور دانشوروں کیلئے الہام بخش رہا ہے اور اس نے عظیم تربیتی اثر چھوڑا ہے۔

۴۔ زہرائے مرضیہؑ، پیغمبر اکرمؐ کی صاحبزادی، شیعوں کے پہلے امام پیکر عدل و تقویٰ حضرت علیؑ کی زوجہ اور شیعوں کے دوسرے اور تیسرے امام حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ زہراء علیہا السلام رسول اکرمؐ کی بعثت کے پانچویں سال میں مدینہ منورہ میں متولد ہوئیں، اسلام کی عظیم خاتون اور مسلمان خواتین کی نمونہ ہستی حضرت فاطمہ زہراءؑ کی صفات کا بیان اس بحث کی توانائی سے خارج اور بالاتر ہے۔ اپنے پدر بزرگوار سے آپ کی مہر و محبت اس قدر زیادہ تھی کہ آپؐ نے ''ام ابیہا'' کا لقب دے رکھا تھا۔

۵۔ ''صحیفہ'' لغت میں کتاب کے معنی میں ہے اور ''فاطمیہ'' حضرت فاطمہ زہراءؑ سے منسوب حقائق اور مقولات کو کہتے ہیں۔ اس وضاحت کے ساتھ صحیفہ فاطمیہؑ پیغمبر اسلامؐ کی دختر گرامی اور شیعیان عالم کے پہلے پیشوا اور امام ۔۔۔>

صاعد^۱ کہتے ہیں، ہمارے ائمہ معصومین ؑ سے تعلق رکھتے ہیں۔

ہمیں فخر ہے کہ تاریخ کی عظیم ترین شخصیت باقر العلوم علیہ السلام^۲ جن کی عظمتوں کو خدا، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ معصومین علیہم السلام کے سوا کسی نے نہیں پہنچانا اور نہ ہی ان کے سوا کوئی سمجھ سکتا ہے، ہمارے امام ہیں۔

ہمیں فخر ہے کہ ہمارا مذہب جعفری^۳ ہے اور ہماری بحر بیکراں فقہ^۴ ہمارے مذہب کے آثار میں

ے۔ حضرت علیؑ کی وفا شعار زوجہ سے منسوب کتاب تھی۔ اس کتاب میں دنیا کے مستقبل سے متعلق حوادث وغیرہ کی خبریں آئی ہیں جو کہ ائمہؑ کے پاس محفوظ تھی۔ روایات کی بنیاد پر اس کتاب کی ضخامت و میزان قرآن سے تین گنی تھی۔

۱۔ قرآن صاعد، لغت میں "صاعد" کے معنی اوپر چڑھنے والے اور صعود کرنے والے کے ہیں۔ قرآن صاعد، قرآن نازل یعنی نیچے اترنے والے قرآن کے مقابلے میں ایک اصطلاح ہے جو اماموںؑ اور معصومینؑ کی دعاؤں کیلئے استعمال ہوتی ہے۔

۲۔ لفظ "باقر" کھولنے والے کے معنی میں ہے اور علوم کو کھولنے والا وہ لقب ہے جو شیعوں کے پانچویں امام یعنی امام محمد باقرؑ کو دیا گیا ہے۔ ان امامؑ کے عہد میں امویوں اور عباسیوں کے درمیان اختلاف اور کربلا کے عظیم خونین واقعے میں اہل بیتؑ کی مظلومیت اس بات کا سبب بنی کہ لوگ اور خاص طور پر شیعہ ایک سیلاب کی مانند مدینے اور امام باقرؑ کے حضور میں پہنچیں اور دین کے حقائق اور معارف کی اشاعت و ترویج کے ایسے امکانات فراہم ہوں کہ ان سے پہلے کسی بھی اہل بیتؑ کے پیشوا کیلئے فراہم نہیں ہوئے تھے۔

۳۔ مذہب جعفری، امام جعفر صادقؑ سے منسوب ہے۔ شیعیان عالم کے چھٹے امام، حضرت جعفر بن محمد الصادق علیہ السلام سے اس مذہب کے انتساب کی وجہ یہ ہے کہ ان امام بزرگوار کی عمر دیگر تمام ائمہ علیہم السلام سے زیادہ تھی لہذا ان کے پاس سرگرمی کا موقع زیادہ تھا، خاص طور پر عباسیوں اور امویوں کے دو سلسلوں کے مابین جھگڑے کے باعث ادارہ خلافت میں پیدا ہونے والی کمزوری اس بات کا سبب بنی کہ امام صادقؑ کو سنہرا موقع ملے کہ وہ درس و تدریس اور فیض رسانی کی بساط کو وسعت دیں، مومن و مخلص افراد کی تربیت کریں، ایک عظیم دینی درسگاہ قائم کریں، "قال الصادقؑ" کا جملہ علم حدیث کی علامت بن جائے اور وہ اسلامی حقائق کی ترویج و اشاعت میں کامیاب ہوں۔

۴۔ لفظ فقہ، صحیح سمجھ کے معنی میں ہے یعنی وہ سمجھ جو زیرکی، دانائی اور کنجکاوی کی رو سے حاصل ہو۔ علم فقہ وہ علم ہے -->

سے ہے۔ ہمیں تمام ائمہ معصومینؑ سے وابستگی پر فخر ہے اور ہم نے ان سب کی پیروی کا عہد کر رکھا ہے۔

ہمیں فخر ہے کہ ہمارے ائمہ معصومین صلوات اللہ وسلامہ علیہم نے دین اسلام کی سربلندی، قرآن کریم کے عملی نفاذ اور حکومت عدل وانصاف کی تشکیل کیلئے قید وبند اور جلاوطنی کی صعوبتیں جھیلیں اور آخر کار اپنے زمانے کی ظالم اور طاغوتی حکومتوں کے خاتمے کی کوششوں میں شہید ہو گئے۔

آج ہمیں یہ بھی فخر ہے کہ ہم قرآن وسنت کے تقدیر ساز مقاصد واحکام کو نافذ کر رہے ہیں اور اس راہ خدا میں ہماری قوم کے مختلف طبقات کے ہر چھوٹے بڑے بھی جان ومال اور اپنے اعزا واقارب کی قربانی پیش کر رہے ہیں۔

ہمیں یہ بھی فخر حاصل ہے کہ ایران کی عورتیں خواہ چھوٹی ہوں یا بڑی، جوان ہوں یا بوڑھی، سب کی سب ثقافتی، اقتصادی اور فوجی شعبوں میں مردوں کے شانہ بشانہ یا ان سے بہتر انداز میں اسلام اور قرآن کے مقاصد کی سربلندی وترقی کیلئے سرگرم عمل ہیں، بلکہ جن میں جنگ کی توانائی ہے وہ فوجی تربیت بھی لے رہے ہیں۔ یہ فوجی تربیت اسلام اور اسلامی مملکت کے دفاع کی خاطر اہم واجبات میں سے ہے۔ ان خواتین نے بڑی دلیری اور ذمہ داری کے ساتھ اپنے آپ کو ان مایوسیوں سے جو دشمنوں کی سازشوں اور اسلام وقرآن سے ناواقف دوستوں نے ان پر، بلکہ اسلام اور مسلمانوں پر مسلط کر رکھا تھا، نکال لیا ہے، نیز انہوں نے اپنے آپ کو ان خرافاتی بندشوں سے بھی جنہیں دشمنوں نے اپنے مفادات کیلئے نادانوں اور مسلمانوں کے مفادات سے بے خبر ملاؤں کے ذریعے مسلط کیا تھا، آزاد کرا لیا اور جو

ح۔ جو فردی اور اجتماعی زندگی کے امور کے سلسلے میں دین کے احکامات اور علمی پروگراموں کی شناخت کرتا ہے اور اس علم کا مقصد خدا کے حکم کو سمجھنا اور خدا کی کتاب، رسول اللہؐ اور معصومینؑ کی حدیثوں اور روایتوں، اجماع (وہ چیز جس پر علمائے دین متفق ہوں) اور عقل کی بنیادوں پر ان احکامات پر عمل کرنا ہے۔

عورتیں جنگ میں شریک نہیں ہو سکتیں وہ محاذ کی پشت پر اتنے قابل قدر انداز سے مختلف خدمات انجام دے رہی ہیں کہ ان کی خدمات کو دیکھ کر عوام کے دل شدت شوق اور فرط جذبات سے کھچنے لگتے ہیں۔ دشمنوں اور ان سے بدتر جاہلوں کے دلوں کو غیظ و غضب سے دہلا دیتے ہیں۔ ہم نے بارہا دیکھا ہے کہ معزز خواتین حضرت زینب ؑ[۱] کے انداز میں فریاد بلند کر رہی ہیں کہ ہم اپنے بیٹوں کو قربان کر چکے ہیں اور انہوں نے خداوند عالم اور اسلام عزیز کی راہ میں کسی چیز سے دریغ نہیں کیا ہے اور انہیں اس پر فخر بھی ہے کہ وہ جانتی ہیں کہ جو کچھ انہوں نے ان قربانیوں کے بدلے میں حاصل کیا ہے وہ بہشت برین[۲] سے

۱۔ زینب سلام اللہ علیہا، امام حسن ؑ اور امام حسین ؑ کے بعد اسلام کی دلیر خاتون حضرت فاطمہ زہراء ؑ کی تیسری اولاد حضرت زینب کبریٰ ؑ ہیں۔ وہ سنہ ۶ ہجری قمری میں پیدا ہوئیں اور انہوں نے تمام قرون واعصار کے عظیم و شریف ترین خاندان میں رسول اللہ ؐ، حضرت علی ؑ اور حضرت فاطمہ زہرا ؑ کی زیر نگرانی اور امام حسن ؑ و امام حسین ؑ کے ہمراہ تربیت حاصل کی، نیز کربلا کے سانحے تک ایک طویل راہ طے کی۔ وہ کربلا کے عظیم المیے، اپنے نامور بھائی اور اپنے خاندان کے ایک ایک جوان کی شہادت کو اپنی آنکھوں سے دیکھتی ہیں، قید کی حالت میں عراق اور اس کے بعد شام تک جاتی ہیں۔ وہ امام حسین ؑ کے پسماندگان کی جو عورتوں اور بچوں کے سوا نہیں تھے، سرپرستی کرتی ہیں اور اس المناک سانحے کے دوران صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں جانے دیتیں اور خونخوار اموی خلیفہ یزید کے خلاف غیض و غضب کا مرکز بن جاتی ہیں۔ وہ بے مثال شجاعت کے ساتھ ظالموں کے خلاف جہاد کا پرچم بلند کرتی ہیں اور حیرت انگیز شجاعت کے ساتھ عاشورا کی رزمیہ داستان کو تمام ادوار میں باطل کے خلاف حق کی جدوجہد کو جاری رکھنے کیلئے جاودانی بنانے کی تمہید فراہم کرتی ہیں۔ ہمیشہ باقی رہنے والی شیعوں کی تاریخ کی کتاب میں حضرت زینب ؑ کے افعال واقوال ''زینت کی مانند'' ہونے کی جاودانی صفت میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور یہ صفت مسلمان خواتین کی رہنما ہے۔

۲۔ بہشت بریں (جنات نعیم)، خداوند عالم قرآن کریم میں مومن اور متقی لوگوں کو بہشت بریں عطا کرنے کا وعدہ کرتا ہے اور بہشت کی بعض خصوصیات مثلاً درختوں کے سائے، دائمی پھلوں، معتدل آب و ہوا، خوشگوار راستوں، -->

بھی بالاتر ہے تو پھر دنیا کی ناچیز پونجی اس کے مقابلے میں کیا حقیقت رکھتی ہے؟

ہمارے عوام، بلکہ تمام مسلمانوں اور دنیا کے مستضعفین کو یہ فخر ہے کہ ان کے دشمن جو خدائے بزرگ و برتر، قرآن کریم اور اسلام عزیز کے دشمن ہیں وہ ایسے درندے ہیں جو اپنے ظالمانہ مقاصد کیلئے کسی بھی جرم وخیانت سے دریغ نہیں کرتے اور اقتدار تک پہنچنے، نیز اپنے گھناؤنے مفادات کے حصول کیلئے دوست اور دشمن کا بھی لحاظ نہیں کرتے! امریکہ ان میں سرفہرست ہے جو بذات خود ایک ایسی دہشت گرد حکومت ہے جس نے پوری دنیا میں آگ لگا رکھی ہے اور عالمی صیہونزم اس کا ہم پیمان ہے جو اپنے حریصانہ مقاصد کے حصول کیلئے ایسے جرائم کا ارتکاب کرتا ہے کہ جس کے تذکرے سے قلم کو حیا اور زبان کو شرم آتی ہے۔ وسیع اسرائیل کا احمقانہ خیال[۱] انہیں ہر جرم پر اکساتا رہتا ہے۔ مسلمان اقوام

<- دودھ کی نہروں، کینہ ونفرت سے خالی دلوں وغیرہ کا ذکر کرتا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ عالم آخرت ہماری دنیا اور اس کی لذتوں سے بنیادی فرق کا حامل ہے اور جب تک ہم اس دنیا میں ہیں موت کے بعد کی دنیا کی عظیم حقیقتوں کو صحیح طور پر نہیں سمجھ سکیں گے۔ جنات نعیم کی تعریف کرنے سے قاصر ہوں گے، اسی وجہ سے قرآن کریم جنت کی نعمتوں کے ذکر کے بعد انسان کی اعلیٰ تر حقیقت کی جانب ہدایت اور اس کی ناقابل تصور اہمیت اور قدر و قیمت کے انکشاف کی خاطر تمام مقامات اور لذتوں سے بالاتر مقام و مرتبے کی خبر دیتا ہے جو رضائے حق کا مقام ہے۔ یہ مقام تمام نعمتوں، عظمتوں، کمال اور جمال کا سرچشمہ ہے۔ یہ مقام ان لوگوں کا انعام اور صلہ ہے جنہوں نے اس دنیا میں خدا کی راہ میں جہاد کیا اور حق وحقیقت سے ایک لحہ کیلئے بھی غافل نہ ہوئے، نیز اپنے پورے وجود کے ساتھ احکامات الٰہی کے سامنے جھک گئے۔

۱۔ وسیع اسرائیل کا خیال، صیہونیوں کا واحد ہدف ومقصد جس کے وہ سخت معتقد ہیں ایک ایسی عالمی یہودی حکومت کا قیام ہے جو ساری دنیا پر حکمرانی کرے۔ خود ان کے قول کے مطابق اس حکومت کا مبدا اور سرچشمہ سرزمین فلسطین ہوگی اور تیار ہونے والے منصوبے کے مطابق مصر کے دائیں جانب کے ساحل، دریائے نیل اور بحر احمر کے درمیان کے علاقے صحرائے سینا، اردن، شام اور خلیج فارس کے بالمقابل عراق کے زیادہ تر حصے سے لے کر سعودی عرب کی -->

اور مستضعفین عالم کو یہ فخر ہے کہ ان کے دشمنوں میں اردن کا پھیری لگانے والا جرائم پیشہ شاہ حسین ا ہے اور شاہ حسن ۲ اور حسنی مبارک ۳ جیسے اسرائیل کے ہم پیالہ وہم نوالہ ظالم افراد ہیں جو امریکہ اور اسرائیل کی خدمت میں اپنی قوم کے ساتھ کسی قسم کی خیانت سے باز نہیں آتے ہیں۔

ہمیں فخر ہے کہ ہمارا دشمن صدام عفلقی ۴ ہے جسے دوست و دشمن اس کے جرائم اور انسانی وعین

ہے سرزمین کے مغرب تک ان کے قبضے میں ہوگا۔ وہ ان زمین دوز مالا مال ذخائر کی وجہ سے جو ان کے ہاتھ لگیں گے اس بات کے معتقد ہیں کہ ان علاقوں پر حکومت ساری دنیا پر حکومت کی مانند ہے۔

۱۔ شاہ حسین، اردن کا موجودہ سربراہ حکومت ہے جو کہ ملک حسین کے نام سے مشہور ہے اور ایران کے اسلامی انقلاب کی کامیابی کے وقت سے سعودی بادشاہت، عرب رجعت پسند حکام اور صدام کی حمایت میں اسلامی انقلاب کے بالمقابل کھڑا ہوا ہے۔ فلسطین کے مسلمان عوام کی اقدار سے اس کی خیانت، فلسطینیوں کے قتل عام اور اسرائیل کے ساتھ اس کے تعاون نے مسلمانوں کے درمیان اس کے چہرے کو منفور بنا دیا ہے۔

۲۔ شاہ حسن، مراکش کا بادشاہ سلطان حسن ثانی، اردن و سعودی عرب کے مستبد و ظالم شاہوں جیسا ہے جو کہ ایران میں شہنشاہی دور کے خاتمے اور اسلامی جمہوریہ کے قیام کو اپنے تاج و تخت کیلئے اہم خطرہ سمجھتا ہے اسی لیے اسلامی انقلاب کی مخالفت اور خلاف ورزیوں میں کسی بھی کوشش سے دریغ نہیں کیا ہے۔

۳۔ حسنی مبارک، مصر کا سربراہ مملکت جو کہ خائن سادات کے موت کے گھاٹ اتارے جانے کے بعد کیمپ ڈیوڈ کے شرمناک معاہدے اور اسرائیل کے ساتھ شرمناک صلح پر اصرار کرتا آیا ہے اور امریکہ کے حلقہ بگوش غلاموں میں سے ایک ہے۔

۴۔ صدام عفلقی، عفلقی کی صفت شام کے نام نہاد روشن خیال میشل عفلق سے منسوب ہے۔ عفلق ایک یونانی آرتھوڈکس کا بیٹا ہے جو غلوں کا تاجر تھا۔ وہ ۱۹۱۰ء میں دمشق میں پیدا ہوا اور ابتدائی تعلیمات حاصل کرنے کے بعد اپنی تعلیم کو جاری رکھنے کیلئے فرانس کی سوربن یونیورسٹی کیلئے روانہ ہو گیا۔ اس نے فرانس میں تاریخ اور فلسفے میں گریجویشن کرنے کے بعد معلمی کا پیشہ اختیار کیا۔ وہ پڑھانے میں حالیہ صدیوں کی یورپ کی قومی جنگوں اور حریت پسند تحریکوں، نیز عربوں کی ماضی کی شان اور تاریخ میں ان کے کردار پر زور دیتا تھا اور ایک ایسی پارٹی بنانے کے خیال میں تھا -->

الاقوامی حقوق کی خلاف ورزی کی وجہ سے خوب پہچانتے ہیں اور سب جانتے ہیں کہ عراق کی مظلوم قوم اور خلیجی ریاستوں کے ساتھ اس کی خیانت، ایرانی قوم کے ساتھ ہونے والی خیانت سے کم نہیں ہے۔

ہمیں اور دنیا کی (دوسری) مظلوم قوموں کو فخر ہے کہ عالمی ذرائع ابلاغ اور تشہیراتی ادارے ہر جرم وخیانت کیلئے ہمیں اور دنیا کے تمام مظلوموں کو موردالزام قرار دیتے ہیں جن کا حکم انہیں ظالم بڑی طاقتیں دیتی ہیں۔

ہمارے لیے اس سے بڑھ کر افتخار کی بات اور کیا ہوگی کہ امریکہ اپنے تمام تر دعوؤں اور ہر طرح کے جنگی سازوسامان، اپنی تمام پٹھو حکومتوں، پسماندہ رکھی گئی مظلوم اقوام کی بے حساب دولت کو جمع کر لینے اور تمام ذرائع ابلاغ پر تصرف رکھنے کے باوجود ایران کی غیور قوم اور حضرت بقیۃ اللہ امام زمانہ ارواحنا لمقدمہ الفداء[۱] کے ملک کے مقابلے میں اس قدر عاجز ورسوا ہوگیا ہے کہ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا ہے

<۔ جس کی آئیڈیالوجی کی بنیاد پر ساری عرب قوم متحد ہوجائے اور عربوں کے موجودہ عقائد کے بجائے ایک خالص نیشنلزم حکم فرما ہوجائے۔ آخرکار ۱۹۴۰ء میں اس کا خواب بڑی طاقتوں اور پرانے سامراجیوں کی مدد سے شرمندہ تعبیر ہوا اور بعث پارٹی ایک خاص اقتباسی اغراض ومقاصد کے ساتھ جس کے بارے میں بحث ہماری گفتگو کا موضوع نہیں ہے، وجود میں آئی اور اس کی شاخیں شام اور عراق میں پھیلیں۔

عراق کی بعث پارٹی نے ۱۹۶۳ء میں عبدالسلام عارف کی قیادت میں بغاوت کے ذریعے اقتدار سنبھالا اور جولائی ۱۹۷۹ء میں حسن البکر کی برطرفی کے بعد حکومت عراق اور بعث پارٹی کے جنرل سکریٹری کے عہدے کو سازش کرنے والے اور جاہ طلب وہم پسند چہرے یعنی صدام کے ذریعے قبضے میں لے لیا گیا۔ بعث پارٹی کی اندرونی تبدیلیوں کے بعد کہ جس کے تحت عراق کی قیادت میں صدام کو ترقی واستحکام حاصل ہوا۔ قرائن وشواہد، مغرب کی جاسوسی تنظیموں علی الخصوص اسرائیل کی جاسوسی تنظیم کی سنجیدہ کوششوں اور سرگرمیوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔

۱۔ بقیۃ اللہ، ایک قرآنی مفہوم ہے (سورۂ ہود، آیت/۸۶) اور اس کے معنی ہیں "وہ چیز جو خدا تمہارے لیے -->

کہ کہاں پناہ لے، وہ جس کی طرف رخ کرتا ہے اسے نفی میں جواب ملتا ہے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد[۱] کا کرشمہ ہے کہ اس نے مختلف قوموں خصوصاً اسلامی جمہوریہ ایران کے عوام کو بیدار کیا اور ستم شاہی کے اندھیرے سے نور اسلام کی طرف ان کی رہنمائی کی۔

اب میں تمام معزز مظلوم قوموں اور ایران کی عزیز قوم سے وصیت کرتا ہوں کہ خداوند عالم نے انہیں جو سیدھا راستہ نصیب فرمایا ہے جو نہ تو ملحد و بے دین مشرق[۲] سے وابستہ ہے اور نہ ہی ظالم و کافر

ح۔ باقی چھوڑا ہے" روایات میں آیا ہے کہ جب حضرت مہدیؑ ظہور فرمائیں گے اور کعبہ کی جانب پشت کریں گے تو ان کی زبان مبارک سے پہلا جملہ جو سنا جائے گا یہ ہے کہ فرمائیں گے: "میں ہوں بقیۃ اللہ، اس کی حجت اور تمہارے لیے اس کا خلیفہ"۔

اس وضاحت کے ساتھ "بقیۃ اللہ" امام غائب حضرت مہدی (عج) کے ناموں میں سے ایک ہے۔ البتہ امام خمینیؒ کا "بقیۃ اللہ کے ملک" سے مقصد اسلامی جمہوریہ ایران ہے۔

۱۔ غیبی مدد، علاوہ ازیں کہ اشیا اپنے اصل وجود میں غیب کی مدد لیتی ہیں اور یہ بات فلسفے نے ثابت کر دی ہے، انسانی زندگی میں کچھ خاص غیبی امدادیں بھی ہیں۔ غیبی امدادیں بعض اوقات تو کامیابی کہ حالات پیدا ہونے کی شکل میں حاصل ہوتی ہیں اور بعض اوقات الہامات، ہدایتوں، روشنیوں اور روشن بینیوں کی صورت میں۔

یہ بات کہ "اگر انسان کی زندگی حقیقت جوئی، حقیقت پسندی، خلوص عمل اور سعی و کوشش کے ہمراہ ہو تو اس کو حقیقت کی حمایت حاصل ہوتی ہے اور ان طریقوں سے جن کا ہمیں علم نہیں دست غیب ہم کو اپنی عنایات سے سرافراز کرتا ہے"۔ ایک ایمانی امر اور انبیاء کی تعلیمات پر ایمان کے لوازمات میں شامل ہونے کے علاوہ ایک تجرباتی حقیقت بھی ہے۔ البتہ فردی اور ذاتی تجربے کی حقیقت یعنی ہر شخص کیلئے ضروری ہے کہ اپنی عمر میں ایسا کرے تا کہ اپنی زندگی میں پروردگار کے لطف اور اس کی عنایت کا مشاہدہ کرے۔

۲۔ دینی معارف اور لغت میں "ملحد" کا لفظ بے دین اور خداوند عالم کے منکر فرد کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ "ملحد مشرق" سے امام کا مقصد مشرقی بلاک اور کمیونزم کا نظام ہے جو کہ مادی نظریات کا حامل ہے۔

مغربی[1] اسے اس پر نہایت استحکام، ذمہ داری اور پائیداری کے ساتھ قائم رہیں اور شکرانِ نعمت سے ایک لمحہ بھی غافل نہ رہیں تاکہ بڑی طاقتوں کے ایجنٹوں کے ناپاک ہاتھ، خواہ یہ ایجنٹ بیرونی ہوں یا ان سے بھی بدتر اندرونی، ان کی پاکیزہ نیت اور آہنی ارادوں میں رخنہ نہ ڈال سکیں۔ یاد رکھیں کہ عالمی ذرائع ابلاغ اور مشرق و مغرب کی شیطانی و سامراجی طاقتیں جو کچھ الٹا سیدھا بک رہی ہیں یہ سب اس بات کی دلیل ہے کہ آپ الٰہی قدرت کے مالک ہیں۔ خدائے بزرگ و برتر انہیں اس دنیا میں اور عالم آخرت میں بھی سزا دے گا۔

انــه ولیّ النّعم وبیده ملکوت کلّ شیء

"بے شک وہی تمام نعمتوں کا مالک ہے اور سب کچھ اس کے دست قدرت میں ہے"

میں نہایت سنجیدگی اور عاجزی کے ساتھ تمام مسلمانوں سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ ائمہ اطہار علیہم السلام کی جو دنیائے انسانیت کے عظیم رہنما ہیں، سیاسی، سماجی، اقتصادی اور فوجی تعلیمات کو اچھے طریقے اور جان و دل سے اپنائے رہیں اور اس کی پیروی میں اگر عزیزوں کی قربانی کی ضرورت پڑ جائے تو دریغ نہ کریں۔

منجملہ یہ کہ مروجہ فقہ[2] سے جو انہیں کی رہنمائی کا جزو ہے چاہے احکام اولیہ ہوں یا احکام

۱۔ لغت میں کافر کا مطلب ایمان نہ لانے والا، بے دین اور شکر نہ کرنے والا ہے۔ اسلامی معارف میں کافر وہ شخص ہے جس کے دل میں حق کا انکار چھپا ہوا ہو اور دین اسلام کی حقانیت کا منکر ہو، چونکہ مذہب عیسائیت کے عقیدے کے برخلاف روش اور نظریاتی لحاظ سے مغرب کی کارکردگی کفر آمیز اور مذہب مخالف ہے اس لیے امام خمینیؒ نے "مغربی کافر" کا لفظ استعمال کیا ہے۔

۲۔ مروجہ فقہ یا روایتی فقہ، لفظ "فقہ" کی وضاحت اس سے قبل کی جا چکی ہے۔ "روایتی" یعنی وہ روش جو امام تک ...<

ثانویہ ۱ دونوں ہی فقہ اسلامی کے مکتب ہیں اور مکتب امامت ۲ و رسالت کے ترجمان اور یہی نسلوں کی عظمت و ترقی کے ضامن ہیں، مسلمانوں کو سر مو منحرف نہیں ہونا چاہیے اور انہیں حق و مذہب کے دشمنوں کی وسوسہ اندازیوں پر کان نہیں دھرنا چاہیے۔

یہ یاد رکھیں کہ ہمارا ایک بھی غلط قدم مذہب، احکام اسلامی اور حکومت عدل الٰہی کے زوال کا پیش

ے۔ اسلاف سے پہنچی ہے، اس وضاحت کے ساتھ روایتی فقہ، شریعت کے عملی احکامات کے معتبر اور مستحکم منابع سے استخراج اور استنباط کا وہ طریقہ ہے جس پر شیعہ فقہاء معصومین علیہم السلام کے زمانے سے عمل پیرا رہے ہیں اور اس کے علاوہ کسی طریقے کو قبول نہیں کرتے۔

۱۔ احکام اولیہ، احکام ثانویہ، مسلمانوں کی ضرورت کے بہت سے احکامات اور سماجی تعلقات کا ذکر کتاب اور سنت میں آچکا ہے اور ان کے سلسلے میں مجموعی طور پر یا تفصیلی طور پر احکامات دیئے جا چکے ہیں۔ اس قسم کے احکامات کو "احکام اولیہ" کہتے ہیں۔ لیکن اسلامی حکومت معاشرے کے انتظام و انصرام میں کچھ ایسے مسائل اور مشکلات سے روبرو ہوتی ہے کہ اگر احکام اولیہ پر عمل کیا جائے تو مشکلات کو حل نہیں کیا جا سکتا۔ ایسے مواقع پر اسلام نے حاکم کو اجازت دی ہے کہ اسلامی معاشرے کے حالات اور اس کی مصلحتوں کے پیش نظر اپنی ولایت کے حق سے فائدہ اٹھائے اور کچھ احکامات اور قوانین وضع کر کے ان مشکلات کو رفع کرے۔ اس قسم کے احکامات جن کو "حکومتی احکامات" کہتے ہیں "ثانویہ احکامات" ہیں اور مسلمانوں پر ان کی پیروی کا فرض عائد ہوتا ہے۔

۲۔ شیعوں کے عقیدے کے مطابق خدا کی وسیع محبت اور اس کا لطف و کرم، نیز اس کی لامتناہی حکمت کا تقاضا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد لوگ رہبر کے بغیر نہ رہیں مکتب تشیع میں امامت، اصول دین کا ایک رکن ہے اور اس پر اعتقاد توحید، نبوت اور معاد (قیامت) پر ایمان کے برابر ہے۔

امامت کی تعریف میں کہا گیا ہے: "امامت، خلافت اور رسول خدا کی جانشینی دین کے تحفظ اور مسلمانوں کے مرکز کی حفاظت کیلئے ہے۔ دوسرے الفاظ میں امام وہ شخص ہے جس کو خدا اور رسول خدا کی جانب سے لوگوں کے تمام دینی اور دنیاوی امور کی باگ ڈور سنبھالنے اور ہدایت کرنے کیلئے مقرر کیا گیا ہو۔

خیمہ ثابت ہوسکتا ہے۔ نماز جمعہ و جماعت ا سے بھی جو نماز کے سیاسی پہلو کا مظہر ہیں، ہرگز غفلت نہ برتیں، کیونکہ یہ نماز جمعہ اسلامی جمہوریہ ایران پر خدا کی عظیم ترین عنایتوں میں سے ایک ہے۔ عزاداری ۲ ائمہ اطہارؑ خصوصاً سید الشہداء، مظلوم کربلا حضرت ابی عبداللہ الحسین علیہ السلام کی مجالس عزاداری

۱۔ نماز جمعہ، اسلام کی ایک اہم عبادی اور سماجی نماز ہے جو کہ امام جمعہ کے ذریعے مسلمانوں کے اجتماع کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔ نماز سے قبل، امام جمعہ دو خطبے پڑھتا ہے اور ان میں مسلمانوں کو ان کے فردی اور اجتماعی فرائض سے آشنا کرتا ہے اور ان کو ملک اور دنیا کے موجودہ مسائل، نیز امت اسلامیہ کے مسائل سے مطلع کرتا ہے۔ نماز جمعہ رسول اللہؐ اور ائمہ معصومینؑ کی سنتوں میں سے ہے اور اس کی اہمیت کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ قیدی کو بھی اس نماز میں شریک کرانا چاہیے۔ اسلامی تاریخ میں کوئی بھی عبادت نماز جمعہ کی مانند، اتحاد اور لوگوں کی آگہی کا سبب نہیں بنی ہے۔ اسی وجہ سے ظالم حکام نے اس کو ختم کرنے اور اس میں انحراف پیدا کرنے کیلئے کسی بھی کوشش سے دریغ نہیں کیا ہے۔

نماز جماعت، انبیائے الٰہیؑ کے نظام میں ایک طرف تو خاکی انسان کے معنویت کی چوٹی پر پہنچنے اور خالق جہان کی قربت کا سبب اور انسانوں کو گناہوں اور نفسیاتی آلودگیوں سے بچانے والی ہے اور دوسری طرف یہی نماز اگر جماعت کے ساتھ پڑھی جائے تو اپنی خاص خصوصیات کے باعث ایک آئیڈیل معاشرے کو وجود میں لانے والی اور انسانی معاشرے کی آلودگیوں اور برائیوں کو دور کرنے کا سبب ہوتی ہے۔ اس اجتماع کی پشت پناہی کے ذریعے ہی اسلامی حکومت اپنے مقاصد تک پہنچ سکتی ہے اور اتحاد کو جو پیغمبروں کے خدائی معاہدوں اور ائمہ ہدیٰؑ کی مکرر ہدایتوں میں سے ایک ہے حاصل کرسکتی ہے۔ باجماعت طور پر نماز پڑھنے کے سلسلے میں بزرگان دین نے بہت زیادہ تاکید کی ہے۔

۲۔ عزاداری، وہ اعمال اور مراسم ہیں جو عاشورا کی رزمیہ داستان اور سالار شہیدان حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے ۷۲ رشتے داروں اور وفادار ساتھیوں کی تکریم، نیز کفر وظلم اور سامراج کے سربراہوں کے خلاف پوری تاریخ میں پیشوایان حق کی تمام حق پرستانہ جدوجہدوں کی یاد کو باقی رکھنے کیلئے جاری رہے ہیں۔ شیعوں کو شہید کربلا کے ساتھ باطنی اور دلی لگاؤ ہے جس کا بیان کرنا عزاداری کے مراسم کے مشاہدے اور ہجرت، امر بالمعروف ونہی عن المنکر، جہاد، شہادت، خدا کی راہ میں اسارت اور دوسرے بہت سے گہرے مفاہیم کو مجسم کیے بغیر ممکن نہیں ہے۔

سے بھی کہ جن کی رزمیہ داستان خلق کرنے والی روح پر اللہ تعالیٰ، انبیاء، ملائکۃ اللہ۱ اور صالحین۲ کا درود ہو کبھی غفلت نہ برتیں۔

یاد رکھیں کہ تاریخ اسلام کی اس داستان شجاعت (واقعہ کربلا) کی یاد منانے کے سلسلے میں ائمہ علیہم السلام کے جتنے بھی احکام وارشادات ہیں یا اہل بیت علیہم السلام۳ پر ظلم وستم کرنے والوں کے سلسلے میں جتنی بھی

۱۔ ملائکۃ اللہ (اللہ کے فرشتے) فرشتے صرف عقل اور نور ہیں اور ان کا وجود مادہ اور مادیات سے بری ہے۔ لہذا انسان کے ظاہری حواس ان کے درک سے قاصر ہیں، چونکہ وہ مقام والائے ربوبیت سے تقرب اور قریبی رابطے کے حامل ہیں اپنے اختیارات کو صرف خیر وکمال کی راہ میں استعمال کرتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مخلوقات کے سلسلے میں ان کا مرتبہ ایسا ہے کہ وہ کمزوری اور خامی کے کمتر درجے کے حامل ہیں۔ صدیوں سے حکیمان الٰہی عالم بالا (عالم غیب) کے عالم زیریں (عالم شہادت) پر اثر انداز ہونے کے دعویدار ہیں۔ لہذا ممکن ہے کہ یہ مجرد مخلوقات جو اپنی جگہ پر کسی قسم کے وجودی تزاحم کی حامل نہیں ہیں۔ زمین اور آسمانوں کی مخلوقات اور واقعات کی براہ راست عامل ہوں۔ عالم مجردات اور وادئ فرشتگان، نیز ان مسائل کے بارے میں بحث جس کو حکیمان الٰہی نے خلقت کی نشانیوں کے بارے میں تعقل وتدبر اور کتاب وسنت کے مطالعے سے دریافت کیا ہے۔ اس مختصر توضیح کی حدود سے باہر ہے۔

۲۔ صالحین، وہ افراد ہیں جو خدا کی نعمتوں کی صلاحیت رکھتے ہیں، یعنی پروردگار کی عنایت کیلئے آمادہ ہیں، وہ ناشائستہ اعمال سے بری ہیں اور ان کی رفتار وگفتار خود ان کی بھلائی اور معاشرے کی مصلحت کیلئے اور احکام الٰہی کی راہ میں ہوتی ہے۔

۳۔ اہل بیت "، لغت میں "اہل بیت" ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو اس گھر کے چھوٹے سے معاشرے کے رکن ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر بیوی، بیٹا، بیٹی اور خادم۔ شیعہ اور سنی فرقوں کی کتابوں میں نقل ہونے والی یقینی روایات کے مطابق "اہل بیت" وہ عطا کردہ نام ہے جو رسول اللہ "، امام علی "، حضرت فاطمہ، امام حسن " اور امام حسین " کیلئے مخصوص ہے لیکن اسی روایت اور دیگر روایتوں کے مطابق بارہ اماموں میں سے نو امام جو حضرت امام حسین " کی اولاد ہیں اور ان کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، اہل بیت میں شامل ہیں۔ لہذا اہل بیت وہی چودہ معصومین " ہیں۔ قرآن کریم میں امت سے پیغمبر " کے اہل بیت " سے دوستی اور محبت کی سفارش کی گئی ہے اور اس کو رسول اللہ " کا اجر بتایا گیا ہے۔

لعنت ونفرینیں ہیں یہ سب کچھ ابتدائے تاریخ سے قیامت تک کیلئے ظلم وستم کے بانیوں کے خلاف عوام میں بہادرانہ ودلیرانہ نعرے ہیں اور جان لیں کہ بنی امیہ علیہم اللعنہ[۱] کے ظلم وستم کی وجہ سے ان پر کی جانے والی نفرین اگرچہ وہ اس وقت واصل جہنم ہو چکے ہیں اور ان کی نسل کا خاتمہ ہو چکا ہے، درحقیقت (لعنت) دنیا کے تمام ظالموں کے خلاف آواز اور اس ظلم شکن فریاد کی بقا کا ایک وسیلہ ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ ائمہ حق علیہم السلام کے نوحوں[۲]، مرثیوں اور مدحیہ اشعار میں پوری شدت کے ساتھ ہر زمانے اور ہر جگہ کے ظالموں کے ظلم وستم اور انکی بداعمالیوں کا ذکر کیا جائے اور دور حاضر میں امریکہ، روس اور انکے حلیف ملکوں خصوصا حرم عظیم الٰہی[۳] سے خیانت کرنے والے آل سعود علیہم اللعنہ کے ان جرائم ومظالم کا

۱۔ بنی امیہ، ابوسفیان کے بیٹے اور امیہ کے پوتے معاویہ نے سنہ ۴۱ ہجری قمری (۶۶۲ء) میں حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد اپنے آپ کو مسلمانوں کا خلیفہ پکارا۔ امیہ کا خاندان سنہ ۱۳۲ ہجری قمری (۷۵۰ء) تک عہدۂ خلافت پر فائز رہا۔ اموی حکام کے ذریعے اشرافیت پسندی اور موروثی سلطنتی نظام جو کہ مسلمانوں کے اعتقادی اصولوں کے بالکل خلاف تھے پھر سے زندہ ہو گئے۔ تاریخ ان بہت سے دردناک حوادث سے بھری پڑی ہے جو کہ بنی امیہ کے دور میں عالم اسلام میں انجام پائے ہیں کہ جن میں اہل بیتؑ پیغمبرؐ کے پیروکاروں کے بہیمانہ قتل عام اور قید وجلاوطنی، نیز فرزند معاویہ، یزید کے پٹھوؤں کے ذریعے امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا نام لیا جا سکتا ہے۔

۲۔ نوحہ، ان حزن انگیز اشعار اور مرثیوں کو جو ائمہ معصومینؑ کی شہادت اور خاص طور پر مولائے متقیان حضرت علیؑ اور سرور آزادگان حضرت حسینؑ اور خدائی دین کے دیگر مقدس پیشواؤں کی شہادت کے بارے میں کہے جاتے ہیں اور چشم اشکبار و دل ماتم زدہ کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں اور سننے والے اس کے ہم آواز ہو کر سینہ کوبی اور ماتم کرتے ہیں، نوحہ کہتے ہیں۔ نوحہ خوانی شیعوں کی عزاداری کے اہم ارکان میں سے ایک ہے۔

۳۔ حرم عظیم الٰہی، لغت میں ''حرم'' کے معنی مقدس اور قابل احترام سرزمین کے ہیں اور اسلامی فقہ کی فرہنگ میں یہ نام اس خاص علاقے پر اطلاق ہوتا ہے جس میں شہر مکہ معظمہ اور اس کے اطراف کا ایک حصہ شامل ہے۔ اس علاقے -->

موثر طور پر تذکرہ کیا جائے اور ان پر لعنت و نفرین کی جائے جن کے سبب عالم اسلام مظلومیت کا دور گزار رہا ہے۔

ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہی سیاسی مراسم ہیں جو اتحاد مسلمین کا سبب اور مسلمانوں خصوصاً ائمہ اثنا عشر علیہم صلوات اللہ وسلم کے شیعوں اکی قومیت کے نگہبان ہیں اور جس نکتے کی یاددہانی ضروری ہے یہ ہے کہ میری یہ سیاسی اور الٰہی وصیت صرف ایران کی عظیم قوم کیلئے مخصوص نہیں، بلکہ یہ تمام اسلامی قوموں اور دنیا کے ہر مذہب وملت کے مظلوموں کیلئے ہے۔

میری خدائے بزرگ وبرتر سے عاجزانہ دعا ہے کہ ایک لحظے کیلئے بھی ہمیں اور ہماری قوم کو اپنے حال پر نہ چھوڑے اور ان فرزندان اسلام اور عزیز مجاہدوں پر لحہ بھر کیلئے بھی اپنی غیبی عنایات سے دریغ نہ فرمائے۔

روح الله الموسوی الخمینی

ح۔ میں غیر پالتو جانور کا ہلاک کرنا، جنگ وخوزیزی، مسلح آمد ورفت، غیر مسلموں کا قیام اور درختوں اور گھاس وغیرہ کی جڑوں کا اکھاڑنا ممنوع ہے اور اس میں داخلہ خاص آداب کے ساتھ انجام پاتا ہے۔اس وضاحت کے ساتھ ان سختیوں، پابندیوں اور مزاحمتوں کا وجود میں لانا جو حال ہی میں سعودی عرب کی حکومت کی جانب سے وجود میں لائی جاتی ہیں،قرآنی احکامات،سنت رسول اللہؐ اور اسلامی شریعت کے خلاف ہیں۔

ا۔ لفظ "شیعہ" کا مطلب گروہ، ساتھیوں اور پیروکاروں کے ہیں، اسلامی نقطہ نگاہ سے امت کی باگ ڈور سنبھالنے والے اور پیشوا کے سلسلے میں بنیادی معیاروں کے پیش نظر اور ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے جو رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ کی قیادت وحکومت کے بارے میں فرمائی تھیں، کچھ ممتاز مسلمانوں اور رسول اللہؐ کے مشہور صحابیوں نے فیصلہ کیا کہ رحلت رسولؐ کے بعد ابتدائی دنوں سے ہی حضرت علیؑ کی قیادت کے سخت طرفدار ہوں۔اس گروہ، یعنی حضرت علیؑ کے طرفداروں، پیروکاروں اور ان عظیم امامؑ کی قیادت کی ضرورت کے معتقد لوگوں کو شیعہ کے نام سے یاد کیا گیا۔ مسلّمہ بات یہ ہے کہ شیعہ اسلامی اصولوں اور تعلیمات میں کسی اضافہ کا حامل نہیں، بلکہ اپنی حقیقی شکل میں اسلامی اصولوں کا نگہبان، حکومت حق کا طالب اور عدل وانصاف کے نفاذ کا خواہاں ہے۔

وصیّت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس عظیم الشان اسلامی انقلاب کی جو لاکھوں ذی قدر انسانوں، ہزاروں زندۂ جاوید شہیدوں اور زندہ شہید[1] یعنی جانبازوں کی زحمتوں کا ثمرہ ہے اور دنیا کے کروڑوں مسلمانوں اور دنیا کے مستضعفین کی امیدوں کا مرکز ہے، اہمیت اس قدر زیادہ ہے کہ اس کا حق ادا کرنا زبان وقلم کے دائرے سے باہر ہے۔

میں روح اللہ موسوی خمینی، اپنی تمام تر خطاؤں کے باوجود خدائے بزرگ وبرتر کے عظیم کرم سے مایوس نہیں ہوں اور مجھے توقع ہے کہ میرے پرخطر راستے کا توشہ کریم مطلق کا کرم قرار پائے گا۔ میں ایک حقیر طلبہ[2] کی حیثیت سے جو اپنے دوسرے برادران ایمانی[3] کی طرح جو اس انقلاب اور اس کے نتائج

۱۔ زندہ شہید (جانباز)، زندہ شہید وہ عبارت ہے جو اسلامی انقلاب اور مسلط کردہ جنگ کے معذوروں کیلئے استعمال ہوتی ہے۔ ان عزیزوں نے دشمن کی نابودی اور باطل پر حق کے غلبے کے ارادے سے شہادت کی راہ میں قدم رکھا لیکن مشیت ایزدی یہ نہ تھی کہ وہ شہید ہوں۔ انہوں نے خدا کی راہ میں اپنے اعضائے بدن دے کر شہید کے ثواب کو حاصل کیا۔ اسلامی انقلاب کے معاشرے میں زندہ شہیدوں کو اعلیٰ قدر ومنزلت حاصل ہے۔

۲۔ طلبہ، جو دینی علوم حاصل کرنے اور تہذیب نفس کیلئے دینی تعلیمی مراکز میں جاتا ہے اور اس کا اصل فرض اسلامی علوم ومعارف کا سیکھنا ہوتا ہے۔ امام خمینیؒ کی بے مثال فروتنی اور انکساری اس بات کا سبب بنتی ہے کہ مسلمانان عالم کے قائد ہونے اور ایک عمر تزکیہ اور تہذیب نفس کے بعد، نیز اعلیٰ ترین علمی اور عملی مدارج تک پہنچنے کے باوجود اپنے آپ کو ایک حقیر طلبہ بتاتے تھے۔

۳۔ برادران ایمانی، قرآن کریم کی سورہ حجرات میں ایک آیت اس معنی میں ہے: ''مومنین ایک دوسرے کے -->

کی ترقی وبقا اور اس کی روز افزوں کامیابی کی امید رکھتے ہیں، موجودہ اور آنے والی قابل احترام نسلوں کیلئے بطور وصیت کچھ باتیں عرض کررہا ہوں، اگر چہ اس وصیت میں بہت سی باتیں تکراری ہیں، بخشنے والے خدا سے میری دعا ہے کہ وہ ان یاد دہانیوں کے رقم کرنے میں مجھے خلوص نیت عطا فرمائے۔

الف۔ ہم سب جانتے ہیں کہ یہ انقلاب عظیم، جس نے باعظمت ایران کو عالمی لٹیروں اور ستمگروں کے چنگل سے نکال دیا ہے، خداوند عالم کی غیبی تائیدات ہی کا نتیجہ ہے۔ اگر اس میں خدائی طاقت کارفرمانہ ہوتی تو ممکن نہ تھا کہ تین کروڑ ساٹھ لاکھ پر مشتمل آبادی ایسے حالات میں، جبکہ اسلام اور علما کے خلاف پروپیگنڈے ہورہے ہوں، خاص طور پر حالیہ سو برسوں میں اسلام دشمنی اپنے اوج پر تھی، ادھر قومیت کے نام پر قوم مخالف اور اسلام دشمن محلفوں، جلسوں، تقریروں اور جریدوں میں قلم کاروں اور بکی ہوئی زبانوں کے ذریعے قوم میں تفرقہ اور پھوٹ ڈالنے کی بے حساب اور انتھک کوشش کی جارہی تھی، نوجوان نسل کی بے راہ روی کیلئے وہ نوجوان کہ جنہیں اپنے عزیز وطن کی تعمیر وترقی کیلئے سرگرم عمل ہونا تھا، انہیں صحیح راہ سے منحرف کرنے کیلئے طرح طرح کے اشعار لکھے گئے، بذلہ گوئی کے مظاہرے کیے گئے، عیاشی، فحاشی، جوئے، شراب اور منشیات کے اڈے قائم کیے گئے تاکہ یہ نوجوان فاسد شاہ، اس کے غیر مہذب باپ، دیگر حکومتوں اور بڑی طاقتوں کے سفارت خانوں کی طرف سے بنائی جانے والی دکھاوے کی قوم پر مسلط کردہ پارلیمنٹ کے خائنانہ اقدام سے لاتعلق رہیں اور سب سے بدتر یونیورسٹیوں، کالجوں اور

ے۔ بھائی ہیں'' ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ آیت مسلمانوں کے درمیان ایک قانون اور ایک سنت برقرار کرتی ہے جو پہلے نہیں تھی اور وہ برادری کا رشتہ ہے جو بہت گہرے مفہوم کا حامل ہے اور اس کے شرعی اور قانونی اثرات بھی ہیں۔ یہ ایک ایسا اسلامی معاہدہ ہے جس کی بنیاد رسول اکرمؐ نے ڈالی اور اسلامی معارف میں اس کی بہت اہمیت ہے۔ یہ سنت امت اسلامیہ کو بہت سی نعمتیں نصیب کرتی ہے اور اس کے بارے میں نہایت لطیف بحثیں موجود ہیں۔

تعلیمی مراکز کی (حالت تھی) کہ جہاں ملک کی تقدیر کا فیصلہ ہوا کرتا ہے اور ان یونیورسٹیوں میں قوم اور قوم پرستی کے نام پر ایسے مشرق و مغرب پرست اساتذہ اور معلمین سے کام لیا جاتا تھا جو سو فیصد اسلام اور اسلامی تہذیب کے مخالف تھے، بلکہ صحیح قومیت سے بھی بے خبر تھے، البتہ ان کے درمیان کچھ فرض شناس اور ہمدرد افراد بھی تھے۔

ایسے حالات میں جبکہ علما کو گوشہ نشین کر دیا گیا ہو اور تشہیرات کی طاقت کے ذریعے ان میں سے کچھ کے اندر فکری انحراف پیدا کر دیئے جانے جیسے دسیوں دیگر مسائل کے ہوتے ہوئے یہ قوم یوں متحدہ طور پر انقلاب لا سکتی اور پورے ملک میں ایک جذبے کے ساتھ تکبیر[۱] کے نعرے، نیز حیرت انگیز اور معجز نما فداکاریوں کے ذریعے تمام اندرونی و بیرونی طاقتوں کو بے بس کر کے ملک کی قسمت کی باگ ڈور کو ہاتھ میں لینا ممکن نہ تھا۔ بنابریں، اس میں کوئی شک نہیں کہ ایران کا اسلامی انقلاب، اپنے آغاز، جدوجہد کے طریقہ کار اور محرکات میں بھی دوسرے تمام انقلابات سے مختلف ہے۔ بلاشبہ یہ ایک تحفہ الٰہی اور ہدیہ غیبی ہے جو خدا کی طرف سے اس مظلوم اور لٹی قوم کو عنایت ہوا ہے۔

۱۔ تکبیر، یعنی اللہ اکبر جو عربی کے الفاظ ہیں، اس مفہوم کے حامل ہیں کہ "خدا تعریف کی حدود سے زیادہ بڑا ہے"۔ تکبیر مخلوقات کا خدا کا ثنا میں اپنی عاجزی کا اعلان ہے اور اسی طرح اس کی بارگاہ میں حضور کی لیاقت نہ رکھنے کا اعلان ہے۔ امام خمینیؒ فرماتے ہیں: "اللہ اکبر کے معنی یہ نہیں ہیں کہ خداوند عالم ہر چیز سے زیادہ بڑا ہے، کیونکہ وہاں کوئی چیز نہیں جو ہم یہ کہیں کہ خداوند عالم اس سے بڑا ہے"۔ نماز میں تکبیر کی تکرار اور اس کے عبادتی کردار کے علاوہ تکبیر کو اسلامی انقلاب کی تاریخ میں ایک خاص مقام حاصل ہے۔ ایرانی مسلمانوں نے اپنی لگاتار تکبیروں کے ساتھ ڈھائی ہزار سالہ شہنشاہی حکومت کا تختہ الٹ دیا، تکبیر کے بلند نعروں کے ساتھ ایک تباہ کن سیلاب کی مانند زرخرید بعثی فوجیوں پر حملہ کیا، تکبیر کے ساتھ ایران کے اسلامی جمہوریہ نظام کی بنیاد اور اس کے اصولوں کی تائید کی اور وہ اب بھی مکانات کی چھتوں پر نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہیں اور اسلامی انقلاب کے عظیم ایام کی یادوں کو زندہ رکھتے ہیں۔

۲ اسلام اور اسلامی حکومت مظہر خداوندی ہے۔ جس پر عمل پیرا ہونے سے فرزندان اسلام کو دنیا وآخرت کی اعلیٰ ترین سعادت حاصل ہو جائے گی اور وہ اس بات پر قادر ہے کہ ظلم وستم، لوٹ مار، بدعنوانیوں اور جارحیتوں کا قلع قمع کر کے انسانوں کو کمال مطلوب تک پہنچا دے، یہ ایک ایسا مکتب توحید ہے جو دوسرے مکاتب فکر کے برعکس انسان کے انفرادی، اجتماعی، مادی، معنوی، ثقافتی، سیاسی، فوجی اور اقتصادی شعبوں میں دخیل ہے اور ان پر نظر رکھتا ہے اور اس سے انسان اور معاشرے کی تربیت اور مادی ومعنوی ارتقا کے سلسلے میں معمولی سے معمولی نکتے کو بھی نظر انداز نہیں کیا، اس نے فرد وجماعت کو ارتقا میں حائل موانع ومشکلات سے آگاہ کیا ہے اور انہیں دور کرنے کا سلیقہ بتایا ہے۔

اب جبکہ خداوند عالم کی تائید وتوفیق سے فرض شناس قوم کے توانا ہاتھوں کے ذریعے اسلامی جمہوریہ کی بنیاد رکھی جا چکی ہے اور اس وقت اسلامی حکومت[۱] نے جو کچھ پیش کیا ہے وہ اسلام اور اس کے ترقی یافتہ احکام ہیں۔ ایران کی عظیم الشان قوم کا فریضہ ہے کہ ہر طرح سے اس کے احکام کے نفاذ اور اس کی حفاظت ونگہداشت میں کوشاں رہے، کیونکہ اسلام کی حفاظت واجبات میں سرفہرست ہے اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک تمام انبیائے عظام علیہم السلام نے اس راہ میں مسلسل جدوجہد اور جانثاری وفداکاری کی ہے اور کوئی بھی رکاوٹ انہیں اس عظیم فریضے کی ادائیگی سے نہیں روک سکی۔ اس طرح ان کے بعد دیندار اصحاب اور ائمہ اسلام علیہم السلام نے اس کی حفاظت میں سروتن کی بازی لگائی ہے۔

آج بالخصوص ایرانی عوام اور بالعموم تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس امانت الٰہی کی جس کا ایران

۱۔ اسلامی حکومت، وہ حکومت ہوتی ہے جس میں ملک کا انتظام اور معاشرے کے مسائل کا حل اسلامی قوانین اور احکامات کے مطابق ہو۔ اسلامی حکومت کا دوسری حکومتوں سے فرق صرف اس چیز میں ہے کہ اسلامی حکومت میں انسان اور انسانی معاشرے پر حکمرانی صرف خدا اور اس کے قوانین کیلئے مخصوص ہے۔

سے سرکاری طور پر اعلان کیا ہے اپنی توانائی کے بقدر حفاظت کریں اور اس کی بقا کی فکر کریں اگر چہ تھوڑے ہی عرصے میں اس کے عظیم فائدے بھی سامنے آچکے ہیں۔عوام کا فریضہ ہے کہ اس کی راہ سے رکاوٹیں اور مشکلات دور کرنے کی کوشش کریں۔امید ہے کہ اس کے نور کا پرتو تمام اسلامی ممالک پر سایہ فگن ہوگا اور تمام حکومتیں اور اقوام اس حیات بخش نظام کو قبول کرتے ہوئے اس کے ذریعے دنیا کے مظلوموں اور ستم رسیدہ لوگوں کو جہان خوار بڑی طاقتوں کی بربریت اور مجرمین تاریخ کے پنجہ ظلم سے ہمیشہ کیلئے نجات دلائیں گی۔

میں اپنی زندگی کی آخری سانسیں لے رہا ہوں اور جو باتیں اس عطیہ الٰہی کے تحفظ و بقا میں ضروری ہیں اور اس کو جو رکاوٹیں اور خطرات درپیش ہیں اسے فریضہ سمجھتے ہوئے اختصار سے موجودہ اور آئندہ نسلوں کیلئے بیان کر رہا ہوں۔میں بارگاہ رب العالمین میں سب کی توفیق و تائید کا طلبگار ہوں۔

الف۔ بلاشبہ اسلامی انقلاب کی بقا کا راز وہی ہے جو اس کی کامیابی کا راز ہے اور قوم کامیابی کے راز سے آگاہ ہے۔اس الٰہی محرک اور اعلیٰ مقصد کا راز دو اہم چیزیں تھیں: اسلامی حکومت کی تمنا اور اخلاص عمل اور اس کے ساتھ ساتھ عوام کا باہمی اتحاد و تعاون۔(انہی دو باتوں کی) موجودہ اور آئندہ نسلوں سے وصیت کرتا ہوں کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ اسلام اور خدا کی حکومت برقرار رہے اور آپ کے ملک سے اندرونی اور بیرونی سامراجیوں اور عوام کا خون چوسنے والے حکمرانوں کا اثر ورسوخ ختم ہوجائے تو اس الٰہی محرک کو ہاتھ سے جانے نہ دیں جس کی خداوند عالم نے قرآن کریم میں تاکید کی ہے، یہی محرک (انقلاب کی) کامیابی اور اس کی بقا کا راز ہے۔

یاد رکھیے کہ مقصد کو بھول جانے سے ہی تفرقہ اور اختلاف ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ پوری دنیا میں پروپیگنڈہ مشینریاں اور ان کے مقامی طرفدار تفرقہ پردازی اور جھوٹی افواہیں پھیلانے میں اپنی پوری

قوت اور اربوں ڈالر صرف کر رہے ہیں۔ مخالفین اسلامی جمہوریہ کی اس علاقے میں بار بار آمد بے مقصد نہیں ہے۔

بدقسمتی سے ہمارے دشمنوں کے درمیان بعض اسلامی حکومتیں اور ان کے حکام بھی شریک ہیں جو اپنے ذاتی مفاد کے علاوہ کسی اور چیز کی پرواہ نہیں کرتے اور اپنی آنکھیں اور کان بند کر کے امریکہ کے سامنے سر تسلیم خم کئے ہوئے نظر آتے ہیں، یہی نہیں، بعض نام نہاد علما بھی ان میں شامل ہیں۔

حال و مستقبل میں ایرانی عوام اور دنیا کے مسلمانوں کو جو چیزیں درپیش ہیں اور ہمیشہ اس کی اہمیت کو مدنظر رکھنا چاہیے وہ خانہ بر اندازو (تباہ کن) تفرقہ انگیز افواہیں ہیں جن کو ناکام بنانا چاہیے۔

تمام مسلمانوں خاص کر ایرانیوں اور بالخصوص عصر حاضر کیلئے میری وصیت یہ ہے کہ ان سازشوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں، ہر ممکن طریقے سے اپنا اتحاد و اتفاق برقرار رکھیں اور اپنے اتحاد سے کافروں، نیز منافقوں[۱] کو مایوس کر دیں۔

ب۔ ان اہم سازشوں میں سے ایک جو حالیہ صدی کی گزشتہ چند دہائیوں میں اور بالخصوص انقلاب کی کامیابی کے بعد آشکار اطور پر نظر آ رہی ہے، یہ ہے کہ ملت اسلامیہ اور خاص طور پر ایران کی جانثار قوم کو عالمی پیمانے اور مختلف پہلوؤں سے اسلام سے مایوس کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے، کبھی تو نا تجربہ

۱۔ منافقین، منافق کی جمع ہے اور یہ لفظ نفاق سے لیا گیا ہے جس کا معنی خفیہ اور پوشیدہ راستہ ہے۔ اسلامی معارف میں منافق درحقیقت وہ کافر ہے جو اپنے کفر پر نفاق کا پردہ ڈال کر اپنے کفر کو اس پردے کے پیچھے چھپائے ہوئے ہے۔ پروردگار عالم قرآن کریم میں منافقوں کے گروہ کو زیادہ غضب کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور یہ چیز اسلام اور مسلمانوں کیلئے اس گروہ کے وجود کے خطرے کو بیان کرتی ہے۔ زمانے کے گزرنے کے ساتھ نفاق زیادہ پیچیدہ ہوتا جا رہا ہے اور اس سے مقابلہ بھی دشوارتر، لہذا امت مسلمان کی آگاہی اور ہوشیاری کی ضرورت زیادہ ناقابل اجتناب بنتی جا رہی ہے۔

کاری کی وجہ سے کھلم کھلا یہ کہا جاتا ہے کہ اسلامی احکام جو چودہ سو سال قبل بنائے گئے تھے اب وہ قابل قبول نہیں ہیں کہ عصر حاضر میں ان پر کاربند رہتے ہوئے کسی ملک کا نظام چلایا جا سکے۔

یا کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ اسلام ایک رجعت پسند دین ہے اور ہر جدت اور تمدن کے مظاہر کا مخالف ہے درحالیکہ عصر حاضر میں ملکوں کو عالمی تمدن اور اس کے مظاہر سے دور نہیں رکھا جا سکتا اور اس قسم کے احمقانہ پروپیگنڈے کر کے اسلام سے بدظن کیا جاتا ہے اور کبھی موذیانہ اور شیطنت آمیز انداز کو اسلام کے تقدس کے طرفدار کی شکل میں پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسلام اور دوسرے آسمانی ادیان کا سروکار معنویات اور تہذیب نفس سے ہے، مذہب دنیاوی ارتباط سے روکتا ہے، ترک دنیا کی دعوت دیتا ہے اور طاعت وبندگی اور ذکر[1] ودعا[2] کی ترغیب دیتا ہے، چونکہ یہی چیزیں انسان کو خداوند عالم سے

۱۔ ذکر، ان اعلیٰ ترین فرائض میں سے ایک جو پروردگار نے اپنے بندوں کیلئے مقرر فرمایا ہے، یہ ہے کہ خدا کی بہت زیادہ یاد کریں۔ اذکار، ذکر کی جمع ہے اور اس کا مقصد خدا کے نام کی تکرار ہے۔ البتہ اس سے صرف زبانی ذکر نہیں منظور، بلکہ مقصد یہ ہے کہ جب مومن خدا کی جانب سے حلال وحرام کی ہوئی چیزوں سے روبرو ہوتا ہے تو اس کا دل خدا کی یاد میں ہو اور اس کی مرضی کے مطابق عمل کرے۔ خدا کے نام کی یاد اسلامی عرفان میں ایک بہت اہم باب ہے۔

۲۔ دعا، خدا سے انسان کے راز ونیاز اور اس کی دعا کا موضوع ہے۔ اسلامی ثقافت اور خصوصا کتب تشیع کا ایک اہم ترین باب دعا کا باب اور خدا سے ائمہ معصومین علیہم السلام کے راز ونیاز کا موضوع اور طریقہ ہے۔ نوبل پرائز حاصل کرنے والے فزیالوجسٹ ڈاکٹر کارل لکھتے ہیں: ''ماضی میں کوئی قوم یا کوئی تہذیب یقینی زوال کا شکار نہیں ہوئی مگر یہ کہ اس سے قبل اس قوم میں دعا کی صفت میں کمزوری آ گئی ہو''۔ رسول اللہ، حضرت علیؑ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے بعد دعا کی اعلیٰ ترین شکل امام سجادؑ کے یہاں نظر آتی ہے، شیعہ فرقے نے اپنی خاص تاریخی اور سماجی سرنوشت کے باعث جو حکمران ٹولے کے خلاف جدوجہد تھی اور اسی طرح جہاد اور جدوجہد کیلئے کسی قسم کے وسیلے کے نہ ہونے اور معاشرے کے مسائل اور تکالیف، طبقاتی، سماجی، اجتہادی اور فکری، اصولوں، نیز مطالبات اور مذہب کے بنیادی عقائد وغیرہ کو بیان ...>

نزدیک اور دنیا سے دور کرتی ہیں اور حکومت وسیاست اور سررشتہ داری سے دلچسپی اس عظیم معنوی مقصد ومقصود کے برخلاف ہے، کیونکہ یہ سب تعمیر دنیا کیلئے ہے اور انبیائے عظامؑ کا یہ شیوہ نہیں رہا ہے۔

افسوس کہ اس قسم کے پروپیگنڈوں نے اسلام سے بے خبر بعض دینداروں اور علما کو اتنا متاثر کیا کہ وہ حکومت وسیاست میں حصہ لینے کو ایک گناہ وفسق سے تعبیر کرتے تھے شاید بعض لوگ آج بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ یہ ایک عظیم المیہ ہے جس میں اسلام مبتلا رہا ہے۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسلام چودہ سو سال پرانا مذہب ہے یا تو وہ حکومت، قانون اور سیاست سے واقفیت نہیں رکھتے یا پھر مصلحت کے پیش نظر جان بوجھ کر خود کو انجان ظاہر کرتے ہیں، کیونکہ عدل وانصاف کے معیار پر قوانین کا نفاذ، ظالم وبے رحم حکومت کا قلع قمع کرنا، فرد ومعاشرے کے درمیان عدل وانصاف کو رواج دینا، بدعنوانیوں، بدکاریوں اور مختلف غلط کاموں سے منع کرنا کیا اسلام کے دقیانوسی نظام ہونے کا پتہ دیتا ہے؟ عقل وعدل کے دائرے میں آزادی دلانا، استقلال اور خودکفیلی کی طرف بلانا، استعمار کی غلامی سے چھڑانا، استحصال سے بچانا اور ایک معاشرے کو تباہی وفساد سے نکالنے کیلئے عدل وانصاف کے معیار کے مطابق حدود[۱]

ے۔ اور تحریر کرنے کا حق نہ ہونے کے باعث جہاد، سماجی برائیوں کے خلاف جدوجہد، دینی حقائق کے بیان، حکمت کی تعلیم، تزکیہ وتہذیب نفس اور ان واقعات اور رودادوں کو زندہ رکھنے کیلئے جن کو جاودانی بننا چاہیے تھا، دعا کو ایک وسیلے کے عنوان سے انتخاب کیا اور اس کے ذریعے اپنے مشن کو انجام دیا۔

۱۔ حدود، حد کی جمع اور کسی چیز کے کنارے اور آخری حصے کے معنی میں ہے۔ اسلامی فقہ میں ''حد'' عفت واخلاق کے خلاف اعمال، لوگوں کے مال اور عزت پر دست درازی اور دیگر عام حقوق کے خلاف اقدامات کے سلسلے میں مجرم کی سزا ہے جس کو قرآن اور معتبر احادیث میں واضح طور پر معین کر دیا گیا ہے۔

وقصاص ۱ اور تعزیرات ۲ کا اجرا کرنا اور سیاست، نیز عقل وانصاف کے اصولوں پر معاشرے کا چلانا اور ایسی ہی اور بھی سیکڑوں چیزیں کیا وقت کے گزرنے کے ساتھ تاریخ انسانی اور معاشرتی زندگی میں پرانی ہو جاتی ہیں؟

یہ دعویٰ ایسا ہے جیسے کہا جائے کہ عصر حاضر میں عقلی اور ریاضی اصولوں کو بدلنا چاہیے اور ان کی جگہ نئے قوانین رائج ہونے چاہئیں یا مثلاً کوئی یہ کہے کہ اگر ابتدائے آفرینش میں سماج کے درمیان انصاف کا نفاذ اور ستمگری ولوٹ کھسوٹ اور قتل کی روک تھام تھی تو اب نہ ہونی چاہیے، چونکہ آج ایٹم کی صدی ہے اور وہ روش پرانی ہو چکی ہے! اور یہ دعویٰ کہ اسلام ترقی پسندی وایجادات کا مخالف ہے ایک احمقانہ الزام ہے۔

اگرچہ معزول محمد رضا پہلوی بھی یہی کہتا تھا کہ یہ لوگ اس دور میں بھی خچروں پر سفر کرنا چاہتے ہیں، درحالیکہ یہ ایک احمقانہ الزام سے بڑھ کر نہیں ہے، کیونکہ اگر مظاہر تمدن اور جدتوں سے مراد وہ اختراعات، ایجادات اور ترقی یافتہ صنعتیں ہیں جو انسانی ترقی وتمدن میں دخل رکھتی ہیں تو اسلام اور کسی بھی

۱۔ قصاص، یعنی قاتل یا ضارب کی اس کے عمل کے مطابق جزا، مکافات اور سزا کے ہیں۔ اسلامی فقہ میں ان جسمانی صدموں اور نقصانات کا جو مجرم اور گنہگار کسی کو پہنچاتا ہے قصاص موجود ہے۔ عملی طور پر قصاص اس شخص کا حق ہے جس پر ظلم ہوا ہو (اور قتل ہو جانے کی شکل میں) وارثین کا حق ہے کہ مجرم کے ساتھ ویسا ہی عمل کریں۔

۲۔ تعزیرات، تعزیر کی جمع اور لغت میں مختلف معانی منجملہ مذمت کرنا، برا بھلا کہنا، ادب کرنا اور ڈنڈے سے مارنا وغیرہ ذکر ہوئے ہیں۔ اسلامی فقہ میں تعزیر اس سزا کو کہا جاتا ہے جس کی میزان کا تعین قاضی کے اختیار میں دے دیا گیا ہے اور اسلامی عدالت کا قاضی یا جج مجرم کی حالت، جرم کی نوعیت اور اس کے ارتکاب کے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے سزا کی میزان کا تعین کرتا ہے بشرطیکہ ایک معینہ حد سے آگے نہ بڑھے۔ مثال کے طور پر اگر ایک شخص کسی شخص کو اس طرح برا بھلا کہے کہ اس شخص کی تحقیر اور بے عزتی کا سبب ہو۔

آسمانی مذہب نے کبھی اس کی مخالفت نہیں کی ہے اور نہ آئندہ کبھی کرے گا، بلکہ اسلام اور قرآن کریم نے تو علم وصنعت پر زور دیا ہے لیکن اگر جدید تہذیب وتمدن سے مراد تمام ممنوعہ چیزوں اور بدکاریوں حتی کہ ہم جنس بازی وغیرہ کی آزادی واستعمال ہے جیسا کہ بعض پیشہ ور اور روشن خیال کہتے ہیں تو اس کے تمام آسمانی مذاہب، دانشور اور عاقل افراد مخالف ہیں، اگرچہ مشرق ومغرب پرست افراد اندھی تقلید کرتے ہوئے اس کی ترویج کرتے ہیں۔

اب رہا دوسرا گروہ جو اپنی مکاری وعیاری کی بنا پر اسلام کو حکومت اور سیاست سے جدا سمجھتا ہے تو ان نادانوں سے کہنا چاہیے کہ قرآن کریم اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حکومت وسیاست کے بارے میں جتنے احکام پائے جاتے ہیں اتنے دوسری چیزوں کیلئے نہیں ملتے، بلکہ اسلام کے بہت سے عبادی احکامات، عبادی اور سیاسی ہیں اور ان سے غفلت ہی ان مصیبتوں کا سبب بنی ہے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا کی دیگر حکومتوں کی مانند حکومت تشکیل دی لیکن ان کا مقصد انصاف کو فروغ دینا تھا۔ اسلام کے ابتدائی خلفا بھی وسیع حکومتیں رکھتے تھے اور حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی حکومت جس میں یہ جذبہ زیادہ وسیع اور جامع انداز میں نمایاں تھا۔ یہ باتیں تاریخ کے نمایاں حقائق میں ہیں اور اس کے بعد بھی حکومت بتدریج اسلام ہی کے نام سے منسوب رہی اور اس وقت بھی بہت سے اسلام اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی میں اسلامی حکومت کے دعویدار ہیں۔

میں اس وصیت نامے میں صرف اشارہ کر کے آگے بڑھتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ مصنفین، ماہرین عمرانیات اور مورخین، مسلمانوں کو اس غلطی سے نکال لیں گے اور اس طرح کی افواہیں پھیلانا کہ انبیاءؑ کا ارتباط معنویات سے تھا اور انہوں نے حکومت اور علائق دنیوی کو ٹھکرا دیا ہے، چونکہ انبیاء واولیا، نیز بزرگ ہستیاں اس سے پرہیز کرتی تھیں اور ہمیں بھی ایسا ہی کرنا چاہیے، تو یہ نہایت افسوسناک غلطی

ہے۔ایسی فکروں کا مقصد امت اسلامیہ کو تباہ کرنا اور خونخوار سامراجیوں کیلئے راستہ کھولنا ہے۔ اسلام نے حکومت سے نہیں روکا ہے، بلکہ ایسے نظام کو ٹھکرایا ہے جس کی بنیادیں ظلم پر رکھی گئی ہوں اور جس کا مقصد ہوس اقتدار کی تسکین ہو، اس حکومت کو ناپسند کیا ہے جس کا مطمع نظر مال و دولت کا اکٹھا کرنا، اقتدار پرستی اور طاغوت پرستی ہے اور سرانجام اس دنیا میں غرق ہو جاتا ہے جو انسان کو حق تعالیٰ سے غافل کر دے لیکن اگر کسی حکومت کا مقصد مستضعفین کے حقوق کی بحالی، ظلم و جور کی روک تھام اور سماجی انصاف کو رواج دینا ہو تو وہ حکومت حق ہے۔ اسی کیلئے سلیمان بن داود علیہ السلام[۱] اور اسلام کے الشان پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے عظیم اوصیا علیہم السلام کوشش کرتے تھے۔ یہ اہم واجبات میں ہے اور ایسی حکومت کو برقرار کرنا اعلیٰ ترین عبادت ہے، چنانچہ جس طرح کی صحیح سیاست ان حکومتوں میں پائی جاتی تھی وہ ضروری ولازم ہے۔ ایران کی بیدار اور ہوشیار قوم کو چاہیے کہ وہ اسلامی بصیرت کے ساتھ ان سازشوں کو ناکام بنائے اور فریضہ شناس مقررین اور مصنفین قوم کی مدد کریں اور سازش کرنے والے شیطانوں کے ہاتھ قلم کر ڈالیں۔

ج۔ اسی قسم کی سازشوں میں سے شاید اس سے زیادہ موذیانہ وہ افواہیں ہیں جو ملک اور شہروں

۱۔ حضرت داودؑ کی پیغمبری اور سلطنت خدا کے ارادے سے حضرت سلیمانؑ کو منتقل ہوگئی جبکہ وہ حضرت داودؑ کے تمام فرزندوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ حضرت سلیمانؑ کی سلطنت اپنے والد کی سلطنت سے بھی زیادہ عظیم تھی، کیونکہ خداوند عالم نے ہوا کو ان کے قبضے میں دے دیا تھا تا کہ ان کے تخت کو جہاں چاہے لے جائے۔ جنات کو ان کے حکم کا تابع بنایا تھا تا کہ ان کی خدمت کریں۔ پرندوں کو ان کا مطیع بنایا تا کہ وہ اپنے پروں اور پنکھوں سے ان پر سایہ کریں، پرندوں کی زبان بھی اس کو سکھائی اور ان کو غیر معمولی فہم وفراست بھی عطا کی۔ ان کی یہ خصوصیات اس بات کا سبب بنیں کہ حضرت سلیمانؑ کی سلطنت بے مثال بن جائے اور ان میں تمام طاقتیں جمع ہو جائیں۔

میں وسیع پیمانے پر پھیلائی جارہی ہیں کہ اسلامی جمہوریہ نے بھی عوام کیلئے کچھ نہیں کیا۔ بے چارے عوام، جنہوں نے طاغوت کی ظالمانہ حکومت سے نجات پانے کیلئے اتنے ذوق وشوق سے فداکاری کا مظاہرہ کیا تھا وہ اس سے بدتر حکومت کے تسلط میں آگئے ہیں۔ مستکبرین، زیادہ مستکبر اور مستضعفین زیادہ مستضعف ہوگئے ہیں۔ قید خانے ان نوجوانوں سے بھرے ہوئے ہیں جو ملک کا مستقبل ہیں، سزائیں سابقہ حکومت سے بھی بدتر اور غیر انسانی ہیں۔ اسلام کے نام پر ہر روز کچھ کو موت کے گھاٹ اتارا جاتا ہے۔ اے کاش! انہوں نے اس جمہوریہ کو اسلام کے نام سے منسوب نہ کیا ہوتا۔ یہ دور رضا خان[1] اور اس کے بیٹے کے دور حکومت سے زیادہ بدتر ہے، لوگ مشکلات، مصائب اور ہوشربا گرانی میں غلطے کھا رہے ہیں اور صاحبان اقتدار اس حکومت کو کمیونسٹ حکومت کی طرف لے جارہے ہیں، لوگوں کا مال ضبط

۱۔ رضا خان، ایک منہ زور اور مہم پسند رسالہ دار تھا جس نے ۱۳۰۴ ہجری شمسی مطابق ۱۹۲۴ء میں ایران کے آخری بادشاہی سلسلے یعنی پہلوی سلسلے کی حکومت قائم کی۔ وہ چودہ سال کی عمر میں قزاق فوج میں (جس کی تربیت روسی افسران کرتے تھے) شامل ہوا اور مختصر سے عرصے میں اپنی جسارت، بے باکی اور قساوت قلب کے باعث نہایت ممتاز رسالہ دار بن گیا اور انگریزوں کی توجہ کو جو ایران میں اپنے مفادات کے تحفظ کی خاطر ایک طاقتور حکومت کے قیام کی فکر میں تھے اپنی طرف مبذول کرایا۔ رضا خان نے انگریزوں کی مدد سے قاجاریہ سلسلے کا تختہ الٹ دیا اور ایران کے تخت شاہی پر بیٹھ گیا۔ اس نے اپنی سولہ سالہ استبدادی حکومت کے دوران ایسے مظالم کئے کہ ان کے ایک چھوٹے سے حصے کو ہم وصیت نامے میں امامؒ کی تحریر میں پڑھتے ہیں۔ رضا خان نے جو ہٹلر کی افواج کے بہت تیزی کے ساتھ آگے بڑھنے اور جرمن افواج کے مقابلے میں یورپی ممالک کے یکے بعد دیگرے سقوط اور ہتھیار ڈالنے سے حیرت میں تھا، جرمنی سے دوستی کرلی تاکہ جنگ کے خاتمے پر فاتحین کے ساتھ ہو۔ برطانیہ (اور روس) کی افواج نے ایران پر حملے کے بعد اس کی ناسپاسی اور نمک حرامی کی سزا کے طور پر اس کو سلطنت سے برطرف کردیا اور ایک برطانوی جہاز کے ذریعے جزیرہ موریشس (مشرقی افریقہ) اور اس کے بعد جنوبی افریقہ میں جوہنسبرگ منتقل کردیا۔ وہ جولائی ۱۹۴۴ء میں جلاوطنی کی حالت میں چل بسا۔

کیا جا رہا ہے اور ہر معاملے میں قوم کی آزادی کو اس سے سلب کیا جا چکا ہے اور اسی طرح کی بہت سی باتیں، جن کے پس پردہ کوئی گہری سازش کارفرما ہے، اس بات کی دلیل کہ یہ باتیں باقاعدہ کسی سازش اور منصوبے کے تحت ہیں، یہ ہے کہ وقفے وقفے سے ہر طرف اور ہر گلی وکوچے میں کوئی نہ کوئی نئی بات مشہور ہو جاتی ہے، ٹیکسیوں میں وہی بات، بسوں میں بھی وہی بات اور باہمی اجتماع میں بھی وہی بات اور جب یہ بات کچھ پرانی ہو جاتی ہے تو کوئی نئی بات پھیلا دی جاتی ہے۔

افسوس تو یہ ہے کہ بعض علما بھی جو شیطانی حیلوں اور ہتھکنڈوں سے بے خبر ہیں۔ ایک دو سازشی ایجنٹوں کے کہنے سے خیال کر لیتے ہیں کہ یہ بات سچ ہے۔ درحقیقت جو لوگ ان باتوں کو سنتے ہی مان لیتے ہیں وہ دنیا کے حالات، عالمی انقلابات اور انقلاب کے بعد درپیش ہونے والے حتمی واقعات ومشکلات سے واقفیت نہیں رکھتے ہیں اور نہ یہ حضرات انقلاب کے بعد ہونے والی تبدیلیوں سے آگاہ ہیں جو درحقیقت اسلام کے مفاد میں ہے حقائق سے واقفیت نہیں رکھتے ہیں۔ آنکھ بند کر کے یہ باتیں سنتے ہیں اور نتیجہ میں دانستہ یا نادانستہ انہیں لوگوں سے جا ملتے ہیں۔

میں ان کو نصیحت کرتا ہوں کہ دنیا کی موجودہ صورتحال کا مطالعہ اور تمام انقلابات سے ایران کے اسلامی انقلاب کا موازنہ کرنے اور جو ممالک اور اقوام، حالت انقلاب میں ہیں، ان کی حالت اور انقلاب کے بعد ان پر جو گزری ہے اس سے واقفیت، نیز طاغوت کے مارے اس ملک کی ان مشکلات پر توجہ سے پہلے جو رضا خان اور اس سے بھی بدتر محمد رضا نے اپنی لوٹ کھسوٹ کے ذریعے اس حکومت کیلئے وراثت میں چھوڑی ہیں اور طاغوت کے زمانے میں خانماں برباد عظیم وابستگیوں سے لے کر وزارت خانوں، دفاتر، اقتصادیات اور فوج کے حالات، عیاشی کے اڈوں، نشہ آور اشیا کی دکانوں، تمام شعبہ ہائے زندگی میں بے راہ روی پیدا کئے جانے، تعلیم وتربیت، ہائر سیکنڈری اسکولوں، یونیورسٹیوں، سینما

گھروں اور عشرتکدوں کے حالات، نوجوانوں اور عورتوں کی حالت، علما، متدین حضرات، پابند عہد حریت پسندوں، ستم رسیدہ پاکدامن خواتین اور مساجد کے حالات جاننے، سزائے موت اور عمر قید کی سزا پانے والوں کی فائلوں کا جائزہ، جیلوں کے حالات اور ذمہ داروں کی کارکردگی کا جائزہ لینے، سرمایہ داروں، غاصب بڑے زمینداروں، ذخیرہ اندوزوں اور گرانفروشوں کے بارے میں تحقیق کرنے، عدلیہ اور انقلابی عدالتوں کا جائزہ لینے اور عدلیہ، نیز ججوں کے ماضی کے حالات سے ان کا موازنہ کرنے، مجلس شورائے اسلامی کے ممبران، حکومت کے اراکین، اس دور کے گورنروں اور ان تمام ذمہ داروں کے حالات جاننے اور گزشتہ زمانے سے ان کا موازنہ کرنے، تمام سہولتوں حتیٰ کہ پینے کے پانی اور اسپتالوں سے محروم دیہاتوں میں حکومت اور تعمیری جہاد کمیٹی۱ کی کارکردگی کا جائزہ لینے اور مسلط کردہ جنگ کی مشکلات اور اس کے نتائج مثلاً لاکھوں مہاجرین، جنگ میں نقصان اٹھانے والوں اور شہیدوں کے اہل خاندان اور لاکھوں افغانی و عراقی پناہ گزین۲ اقتصادی ناکہ بندی اور امریکہ، نیز اس کے داخلی اور بیرونی

۱۔ تعمیری جہاد، اسلامی انقلاب سے قبل ایران کے بہت کم لوگوں کو آرام و آسائش حاصل تھی اور زیادہ تر لوگ خصوصاً دیہاتی باشندے تکالیف میں مبتلا تھے۔ انقلاب کے بعد قوم کی ایک آرزو محروم اور مستضعف لوگوں اور خصوصاً دیہاتی باشندوں کی مدد تھی۔ اسی وجہ سے امامؒ نے ۱۳۵۸ ہجری شمسی (۱۹۸۰ء) میں قوم سے درخواست کی کہ ملک کی تعمیری تحریک میں حصہ لیں اور اس طرح تعمیری جہاد کے نام سے ایک انقلابی ادارے نے اپنی سرگرمیوں کا آغاز کیا اور لوگوں کے مختلف گروہوں خصوصاً جوانوں اور یونیورسٹی کے طلبا نے محروم علاقوں اور دیہاتوں میں جاکر خدا کی رضامندی حاصل کرنے کی خاطر خدمت خلق کا آغاز کیا۔

۲۔ پناہ گزین، ۱۹۷۹ء میں افغانستان پر روسی فوجی جارحیت کے بعد ملت افغانستان کا سیاسی اور اقتصادی نظام درہم برہم ہو جاتا ہے اور وہ مسلمان جو اہل جنگ نہیں تھے ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں آگ میں جھلستی ہوئی سرزمینوں کو چھوڑ کر ایران اور پاکستان پہنچتے ہیں۔

<--

پٹھوؤں کی مسلسل سازشوں، مزید برآن، بحد ضرورت مسائل سے آگاہ مبلّغ اور قاضی شرع[ا] کے فقدان، مخالفین اسلام اور منحرفین، حتیٰ نادان دوستوں کی طرف سے پیدا کیے جانے والے ہرج ومرج کو نظر میں رکھتے ہوئے اس کا موازنہ کرنے سے پہلے اور مسائل سے واقفیت سے قبل، اعتراض کرنے، سخت تنقید کرنے اور فحاشی کیلئے نہ اٹھیں اور اس مظلوم اسلام کے حال پر جو بدمعاشوں اور جاہل لوگوں کے سیکڑوں سال کے ظلم وستم کے بعد، آج ایک نوزائیدہ بچے کی شکل میں ابھی ابھی اپنے پیروں پر کھڑا ہوا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اندرونی اور بیرونی دشمنوں کے محاصرے میں ہے، رحم کریں۔ آپ معترضین سوچیں کہ کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ سرکوبی کے بجائے اصلاح اور مدد کی کوشش کریں اور منافقین، ستمگروں، سرمایہ داروں اور خدا سے بے خبر، بے انصاف ذخیرہ اندوزوں کی طرفداری کے بجائے مظلوموں، ستم رسیدہ لوگوں اور محروموں کی حمایت کریں، بلوائیوں اور مفسد دہشت گردوں کی بات پر توجہ دینے اور ان کی بالواسطہ حمایت کے بجائے دہشت گردی کا نشانہ بننے والے مظلوم علما اور فریضہ شناس مظلوم خدمتگاروں پر توجہ دیں؟

میں نے کبھی نہیں کہا ہے اور نہ کہتا ہوں کہ آج اس جمہوریت میں اسلام عظیم پر پوری طرح عمل ہو رہا ہے یا لوگ اپنی جہالت، بغض اور بے نظمی کی وجہ سے اسلامی احکام کے خلاف عمل نہیں کر رہے ہیں

ح۔ دوسری طرف بڑی طاقتوں کی جانب سے صدام کو اشتعال دلانا ایک خونین جنگ کا سبب بنتا ہے جس کا نتیجہ لاکھوں عراقیوں کا بے گھر ہونا اور ایران کی سرحدوں کی جانب روانہ ہونے میں نکلتا ہے۔ اس طرح نومولود انقلاب اپنی آنکھ کھولتے ہی بیس لاکھ سے زیادہ افغان پناہ گزینوں اور کئی لاکھ عراقی پناہ گزینوں سے روبرو ہوتا ہے اور دینی برادری کی خاطر ان کو پناہ دیتا ہے۔

ا۔ قاضی شرع، وہی اسلامی جج ہے جو اسلامی احکامات اور شرعی اصولوں کی بنیاد پر فیصلے کرتا ہے۔ اسلام میں جج کا عہدہ نہایت اہم ہے اور اس کو ایسی اہمیت حاصل ہے کہ قرآن کریم واضح الفاظ میں قاضی کو خدا کا جانشین بتاتا ہے۔ اسلامی جج ایک بالغ، عاقل، مومن، عادل اور خدائی قوانین کا جاننے والا شخص ہوتا ہے۔

لیکن میں عرض کرتا ہوں کہ اس کے باوجود مقننہ، عدلیہ اور انتظامیہ، اس ملک کو اسلامی بنانے کیلئے انتھک کوشش کر رہی ہے اور لاکھوں عوام بھی ان کے طرفدار اور مددگار ہیں اور اگر مٹھی بھر مخالف و معترض اور قدم قدم پر روڑے اٹکانے والوں کا بھی تعاون حاصل ہو جائے تو ان مقاصد کا حصول آسان ہو جائے گا اور اگر خدانخواستہ یہ ہوش میں نہ آئے تو بھی چونکہ لاکھوں عوام بیدار ہو چکے ہیں اور مسائل کی طرف متوجہ ہیں اور حکومت کے دوش بدوش ہیں اس لیے خداوند عالم کی مشیت سے اسلامی اور انسانی مقاصد اعلیٰ پیمانے پر پایہ تکمیل پر پہنچیں گے اور گمراہ و معترض افراد اس طوفانی سیلاب کے سامنے نہ ٹھہر سکیں گے۔

میں جرأت کے ساتھ دعویٰ کرتا ہوں کہ دور حاضر کے لاکھوں ایرانی عوام رسول اللہ ﷺ کے زمانے کے حجازی عوام اور امیر المومنین اور حسین بن علی علیہ السلام کے زمانے کی کوفی و عراقی قوم سے بہتر ہیں۔ رسول اللہؐ کے عہد میں حجاز کے مسلمان بھی آپ کی اطاعت نہیں کرتے تھے اور بہانے ڈھونڈ کر محاذ جنگ پر جانے سے گریز کرتے تھے جس پر خداوند عالم نے سورہ توبہ[۱] کی چند آیات میں ان کی مذمت کی اور ان کیلئے عذاب کا وعدہ فرمایا ہے۔ ان لوگوں نے آنحضرتؐ سے اس قدر غلط باتیں منسوب کیں کہ روایت کے مطابق حضورؐ نے منبر سے ان لوگوں پر لعنت بھیجی۔ یہی حال اہل عراق واہل کوفہ کا رہا، انہوں نے بھی امیر المومنینؑ کے ساتھ بے حد نا روا سلوک روا رکھا۔ حضرتؑ کی بالکل اطاعت نہ کی۔ حضرتؑ نے ان کی جو شکایتیں کی ہیں ان سے روایات و تاریخ بھری ہیں۔ اسی طرح عراق و کوفہ کے مسلمانوں

۱۔ سورہ توبہ، جس کا دوسرا نام سورہ برائت ہے، قرآن مجید کی سات طویل سورتوں میں سے ایک ہے۔ یہ سورہ جو قرآن کی نویں سورہ ہے ایک مستقل اور واحد موضوع کے بارے میں نہیں ہے، بلکہ اس میں کفار سے بیزاری، مشرکین سے جنگ اور اہل کتاب سے رفتار جیسے مضامین، نیز منافقین سے دوری کیلئے مسلمانوں کی حوصلہ افزائی اور ان لوگوں کی تنبیہ کے بارے میں جنہوں نے جہاد کی خلاف ورزی کی، مطالب موجود ہیں اور کچھ اور موضوعات بھی شامل ہیں۔

نے حضرت سید الشہدا کے ساتھ جو کیا اس سے بھی آپ واقف ہی ہیں۔ جن لوگوں نے ان کی شہادت میں اپنے ہاتھ کو آلودہ نہیں کیا یا معرکہ جنگ سے بھاگ گئے یا خاموش بیٹھ گئے اور تاریخ کا یہ عظیم جرم رونما ہو گیا۔

لیکن اس کے برخلاف آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ ملت ایران، مسلح افواج و پولیس۱، سپاہ پاسداران۲ اور بسیج۳ سے لے کر عوامی افواج، قبائلی فوج اور رضا کاروں تک اور محاذ جنگ پر موجود فوجیوں سے لے کر

۱۔ مسلح افواج اور پولیس، اسلامی جمہوریہ ایران میں مسلح قوتوں کو دو بڑے گروہوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ مسلح افواج اور مسلح پولیس۔ مسلح افواج میں فوج، اسلامی انقلاب کی سپاہ پاسداران اور عوامی رضا کار فوج (بسیج) شامل ہیں جن کا فرض اسلامی جمہوریہ ایران اور ملک کی سرحدوں کا غیر ملکیوں کی جارحیتوں سے تحفظ اور اس ملک کے مسلمان عوام کی آزادی و خود مختاری کا دفاع ہے اور مسلح پولیس میں شہری پولیس جو ملک کے اندر نظم و نسق اور سلامتی کے تحفظ کی ذمہ دار ہے۔

۲۔ سپاہ پاسداران، اسلامی انقلاب کی سپاہ پاسداران قائد کی ہائی کمان کے تحت ایک تنظیم ہے جس کا مقصد ایران کے اسلامی انقلاب اور اس کے ثمرات کا تحفظ اور خدائی مقاصد کو جامہ عمل پہنانے اور اسلامی جمہوریہ ایران کے قوانین کے مطابق خدائی قوانین کی حکومت کی توسیع کیلئے لگاتار کوشش، نیز دیگر مسلح افواج کے ساتھ تعاون اور عوامی فوج کی تنظیم اور ان کی فوجی ٹریننگ کے ذریعے اسلامی جمہوریہ ایران کی دفاعی توانائی کی تقویت ہے۔

۳۔ بسیج (عوامی رضا کار)، جب کوئی قوم غیروں کے تسلط سے رہائی اور خدائی حکومت کے قیام کیلئے متحدہ طور پر اٹھ کھڑی ہوتی ہے تو اپنے انقلاب کے دفاع کو صرف فوج اور سپاہ پر مشتمل افواج کا فرض نہیں سمجھتی۔ ایک ایسے معاشرے میں تمام لوگ اپنے انقلاب کے دفاع کیلئے آمادہ ہوتے ہیں اور فوجی و جنگی تعلیمات کو حاصل کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ لہذا امام خمینیؒ نے فرمایا ہے: "اسلامی ملک کو مکمل طور پر فوجی ہونا چاہیے"۔

بنا بریں، بنیادی آئین نے حکومت پر یہ فرض عائد کیا ہے کہ فوج اور سپاہ پاسداران کی مستقل فوج کے ہمراہ ملک کے تمام افراد کیلئے اسلامی اصولوں کے مطابق فوجی ٹریننگ کے پروگرام اور امکانات فراہم کریں تا کہ تمام افراد ہمیشہ ملک اور ایران کے اسلامی جمہوریہ نظام کے مسلح دفاع کی توانائی کے حامل ہوں۔ ایران کے عوام عوامی رضا کار فوج میں شریک ہو کر کوشش کر رہے ہیں کہ اس عظیم فوج کو وجود میں لائیں جو کو "بیس ملین فوجی" کہتے ہیں۔

محاذ کی پشت پر موجود لوگوں تک، بھی کمال شوق واشتیاق کے ساتھ کیسی فداکاریاں کر رہے ہیں اور کس طرح کارنامے انجام دے رہے ہیں اور پورے ملک کے محترم عوام کتنی گرانقدر امداد کر رہے ہیں اور دیکھ رہے ہیں کہ شہدا کے لواحقین اور جنگ میں نقصان اٹھانے والے افراد، نیز ان کے متعلقین بڑی خندہ پیشانی ودلیری اور اطمینان بخش واشتیاق آمیز گفتار وکردار کے ساتھ ہم سے اور آپ سے ملتے ہیں اور یہ سب خداوند متعال، اسلام اور جاودانی زندگی پر ان کے سرشار ایمان اور عشق، نیز شوق واشتیاق کی بنا پر ہے، جبکہ یہ لوگ نہ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں ہیں، اور نہ ہی امام معصوم علیہ السلام کی بارگاہ میں، ان کا محرک غیب پر ایمان واطمینان ہے اور مختلف پہلوؤں میں فتح وکامرانی کا راز یہی ہے۔ اسلام کو فخر کرنا چاہیے کہ اس نے اس طرح کے فرزندوں کی تربیت کی ہے اور ہم سب کو فخر کرنا چاہیے کہ ایسے دور میں اور ایسی قوم کی خدمت میں ہیں۔

میں یہاں پر ایک وصیت ان لوگوں سے کرتا ہوں جو مختلف طریقے سے اسلامی جمہوریہ کی مخالفت کرتے ہیں اور ان نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں سے بھی جن سے موقع ومفاد پرست منحرفین ومنافقین نے فائدہ اٹھایا ہے کہ ذرا ٹھنڈے دل سے فیصلہ کریں کہ جو لوگ پروپیگنڈوں کے ذریعے اسلامی جمہوریہ کو ختم کرنا چاہتے ہیں ان کا کردار کیسا ہے، محروم عوام کے ساتھ ان کا برتاؤ کیا ہے، جن گروہوں اور حکومتوں نے ان کی حمایت کی یا کر رہی ہیں وہ کون ہیں اور وہ لوگ جو ملک کے اندر ان سے وابستہ ہیں اور ان کی حمایت کرتے ہیں کیسے ہیں؟ مختلف مقامات پر ان کے اخلاق وکردار جس کا وہ اپنے اور اپنے طرفداروں کے درمیان مظاہرہ کرتے ہیں اور مختلف معاملات میں ان کے موقف کی تبدیلی کا ہوائے نفس سے آزاد ہو کر گہرائی سے جائزہ لیں، پھر ان کے حالات کا مطالعہ کریں جو اس اسلامی جمہوریہ میں منافقین ومنحرفین کے ہاتھوں شہید ہوئے ہیں اور ان کا، نیز ان کے دشمنوں کا تجزیہ کریں۔ ان شہیدوں کے

کیسٹ کسی حد تک دستیاب ہیں اور مخالفین کے کیسٹ بھی شاید آپ کے پاس موجود ہوں، دیکھئے ان میں سے کون سا گروہ معاشرے کے محروموں اور مظلوموں کا حامی ہے؟

بھائیو! آپ وصیت نامے کے یہ اوراق میری موت سے پہلے نہیں پڑھیں گے۔ ممکن ہے میرے بعد پڑھیں، اس وقت میں آپ کے درمیان نہ ہوں گا کہ اپنے مفاد میں آپ کی توجہ کو مبذول کرنے اور مقام ومرتبے، نیز اقتدار کے حصول کیلئے آپ کے جوان دلوں سے کھیلنا چاہوں، چونکہ آپ شائستہ نوجوان ہیں، اس لئے میں چاہتا ہوں کہ آپ اپنی جوانی، اللہ، اسلام عزیز اور اسلامی جمہوریہ کی راہ میں لگائیں تاکہ دونوں جہاں کی سعادت حاصل کرسکیں اور خداوند غفور سے دعا کرتا ہوں کہ انسانیت کے سیدھے راستے پر آپ کی ہدایت کرے اور ہمارے اور آپ کے ماضی کی لغزشوں کو اپنی رحمت واسعہ کے ذریعے درگزر فرمائے۔ آپ بھی خلوتوں میں خداوند عالم سے یہی عالم کریں، کیونکہ وہ ہادی اور رحمٰن ہے۔

ایک وصیت ایران کی شریف قوم اور فاسد حکومتوں، نیز بڑی طاقتوں کے ہاتھوں مجبور و بے بس دوسری اقوام کیلئے کرتا ہوں لیکن ایران کی ملت عزیز کو پھر نصیحت کرتا ہوں کہ وہ نعمت جو آپ نے اپنے جہاد عظیم[۱] اور بلند اقبال جوانوں کے خون سے حاصل کی ہے، عزیز ترین امور کی حیثیت سے اس کی قدر

۱۔ جہاد، خدا کی راہ میں جہاد ہر مسلمان فرد کیلئے بہترین اور اہم ترین فرائض میں سے ہے اور مجاہد اور مومن اعلیٰ اخروی درجات اور اپنے خدا کی خاص مغفرت اور رحمت سے بہرہ مند ہوتا ہے مجاہد مومن میدان جہاد میں حاضر ہو کر اپنی جان اور مال کو بہشت جاودانی کے بدلے خدا کے ہاتھ بیچ دیتا ہے، البتہ یہ سودا نہایت کامیاب اور نفع بخش ہوتا ہے۔

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا ہے: ''وہ لوگ جو خدا کی راہ میں او بندگان خدا کی آزادی کیلئے اٹھتے اور جہاد کرتے ہیں قیامت میں اس دروازے سے جنت میں داخل ہوں گے جس کا نام ''باب مجاہدان'' ہے۔ وہ لوگ نہایت شان اور عزت -->

وقیمت کو سمجھیں اور اس کی حفاظت و پاسداری کریں اور اس عظیم الٰہی نعمت اور خداوند عالم کی عظیم امانت کی بقا کیلئے کوشش کریں اور اس طراط مستقیم میں پیش آنے والی مشکلات سے نہ گھبرائیں، کیونکہ ﴿ان تنصروا اللہ ینصر کم ویثبّت أقدامکم﴾۔

نیز اسلامی جمہوریہ حکومت کی مشکلات میں دل وجان سے شریک رہیں اور انہیں دور کرنے کی کوشش کریں۔ حکومت اور پارلیمنٹ کو خود سے جانیں اور ایک عزیز ومحبوب کی مانند اس کی حفاظت کریں اور پارلیمنٹ، حکومت اور عہدیداروں سے نصیحت کرتا ہوں کہ اس ملت کو قدر کریں اور عوام بالخصوص مستضعفین، محرومین اور ستم رسیدہ لوگوں کی جو ہماری آنکھوں کے نور اور سب کے ولی نعمت ہیں، اسلامی جمہوریہ ان ہی کی مساعی کا نتیجہ ہے اور ان ہی کی فداکاریوں سے وجود میں آئی ہے اور اس کی بقا بھی ان ہی کی خدمات کی مرہون منت ہے، خدمت میں کوتاہی نہ کریں اور خود کو عوام کا اور عوام کو اپنا سمجھیں، غیر متمدن لٹیری اور عقل سے عاری منہ زور طاغوتی حکومتوں کی ہمیشہ مذمت کریں، لیکن اس طرح کے انسانی اعمال کے ساتھ جو ایک اسلامی حکومت کے شایان شان ہیں۔

مسلمان اقوام سے وصیت کرتا ہے کہ اسلامی جمہوریہ حکومت اور ایران کی مجاہد قوم کو نمونہ عمل قرار دیں اور اپنی ظالم حکومتوں کو اگر وہ اقوام کی خواہش پر جو ملت ایران کی خواہش ہے سر نہ جھکائیں تو پوری قوت سے کیفر کردار تک پہنچادیں، کیونکہ مسلمانوں کی بدبختی کی وجہ مشرق و مغرب سے وابستہ حکومتیں ہی ہیں

ح۔ کے ساتھ اسلحہ اٹھائے ہوئے سب کی نظروں کے سامنے اور سب جنتیوں سے پہلے داخل ہوں گے۔ پروردگار کے مقرب فرشتے ان کو سلام کریں گے اور خوش آمدید کہیں گے اور دوسرے لوگ ان کے درجے اور مقام پر رشک کریں گے۔ جہاد کے سلسلے میں مختلف قسم کے احکامات پائے جاتے ہیں جن میں سے ہر ایک کے بارے میں خاص شرعی اصولوں کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

میں تاکید کے ساتھ نصیحت کرتا ہوں کہ اسلام اور اسلامی جمہوریہ کے مخالفین کے پروپیگنڈوں پر توجہ نہ دیں، کیونکہ یہ سب اسلام کو عملی زندگی سے باہر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں تاکہ سپر طاقتیں اپنے مفادات حاصل کرسکیں۔

و۔ استعمار اور استحصال کرنے والی بڑی طاقتوں کے ان شیطانی منصوبوں میں سے ایک جس پر برسہابرس سے عمل ہو رہا ہے اور ایران میں رضا خان کے زمانے میں یہ منصوبہ اپنے عروج پر پہنچا ہوا تھا اور محمد رضا کے زمانے میں بھی مختلف روشوں سے اس کو جاری رکھا گیا، علمائے دین کو گوشہ نشین کرنا ہے۔ رضا خان کے زمانے میں علمائے کرام پر سختیاں کی گئیں، مذہبی لباس اتروا لئے گئے، جیلوں میں رکھے گئے، جلاوطن کیا گیا، توہین وتذلیل کی گئی، موت کی سزائیں دی گئیں اور اس قسم کے دوسرے مظالم ہوتے رہے، محمد رضا نے علمائے کرام کو گوشہ نشین کرنے کیلئے دوسرے پروگراموں اور کوششوں سے کام لیا، منجملہ یونیورسٹی کے ارکین اور علماء دین کے درمیان دونوں طبقوں کی لاعلمی کے سبب عداوت ونفرت کا جذبہ پیدا کرایا اور اس ضمن میں وسیع پیمانے پر پروپیگنڈے ہوئے اور مقام افسوس ہے کہ سپر طاقتوں کو اپنی شیطانی سازشوں سے خاصا فائدہ ہوا۔

ایک طرف پرائمری اسکولوں سے یونیورسٹیوں تک یہ کوشش کی گئی کہ معلمین، اساتذہ اور چانسلر مغرب ومشرق پرست ہوں اور اسلام، نیز دوسرے مذہب سے منحرف لوگوں کو انتخاب کر کے یہ عہدہ دیا جائے تاکہ ایماندار وفرض شناس لوگ اقلیت میں رہیں اور جو نسل مستقبل میں حکومت سنبھالے گی وہ بچپن سے نوجوانی اور جوانی تک اس طرح تربیت پائے کہ مکمل طور پر مذاہب اور بالخصوص اسلام سے وابستہ لوگوں اور خصوصاً علما اور مبلغین سے متنفر ہو جائے۔ علماو دیندار افراد کو اس زمانے میں برطانوی ایجنٹ کہا گیا، یہی نہیں، بلکہ (اس زمانے کے بعد) علما کو سرمایہ داروں، غاصب زمینداروں اور رجعت پسندوں کا

طرفدار اور تمدن و ترقیات کا مخالف بھی بتایا گیا۔

دوسری طرف غلط پروپیگنڈوں کے ذریعے علما اور مبلغین کو یونیورسٹی اور یونیورسٹی والوں سے ڈراتے اور سب پر لامذہبیت، بے راہ روی اور اسلام، نیز مذاہب کے مظاہر کی مخالفت کا الزام عائد کرتے تھے تا کہ نتیجے میں حکام، دین و مذہب، اسلام و علما اور دینداروں کے مخالف ہوں اور عام لوگ جو مذہب اور مذہبی پیشواؤں سے محبت کرتے ہیں، وہ کابینہ، حکومت اور اس سے متعلق ہر چیز کے مخالف ہوں اور حکومت، نیز یونیورسٹی والوں اور علما دین کے مابین شدید اختلاف، لوٹ کھسوٹ کرنے والوں کیلئے راستہ اس طرح کھول دے کہ ملک کے تمام شعبے ان کے تحت تسلط ہوں اور قوم کے تمام ذخائر ان کی جیبوں میں پہنچ جائیں، جیسا کہ آپ نے دیکھا کہ اس مظلوم قوم پر کیا گزری اور کیا گزرنے والی تھی!

اب جبکہ خداوند عالم کی مرضی اور علما، نیز یونیورسٹی کے اراکین سے لے کر تاجروں، مزدوروں، کسانوں اور دیگر طبقات پر مشتمل قوم کی جدوجہد سے غلامی کی زنجیریں ٹوٹ چکی ہیں اور انہوں نے بڑی طاقتوں کے اقتدار کی دیوار گرادی ہے اور ملک کو ان کے اور ان سے وابستہ لوگوں کے ہاتھ سے نجات دلا دی ہے ان سے میری وصیت یہ ہے کہ موجودہ اور آئندہ نسلیں غفلت سے کام نہ لیں اور یونیورسٹی کے اراکین اور عزیز و کارآمد جوان، علما اور اسلامی علوم کے طالب علموں سے دوستی و ہم آہنگی کے رشتے کو زیادہ مستحکم اور مضبوط بنائیں۔

غدار دشمن کے منصوبوں اور سازشوں سے غافل نہ رہیں اور جیسے ہی کسی فرد یا جماعت کو دیکھیں جو اپنے قول و عمل کے ذریعے نفاق و اختلاف کی کوشش میں مصروف ہے تو اس کی ہدایت و نصیحت کریں اور اس کا اثر نہ ہو تو اس سے روگرداں ہو جائیں، اس کو الگ تھلگ کر دیں اور سازشوں کے جڑ پکڑنے کی اجازت نہ دیں، کیونکہ ابتدا میں آسانی سے روک تھام کی جا سکتی ہے۔ خاص طور پر اگر اساتذہ میں ایسا

شخص نظر آئے جو انحراف پیدا کرنا چاہتا ہو تو اس کی ہدایت کریں اور اگر ہدایت نہ پائے تو اسے اپنی بزم سے دور کر دیں اور تدریس سے روک دیں۔ میری اس وصیت کے زیادہ تر مخاطب علمائے دین اور دینی علوم کے طالب علم ہیں، کیونکہ یونیورسٹی میں ہونے والی سازشیں خاص گہرائی رکھتی ہیں۔ معاشرے کے دونوں محترم طبقوں کو سازشوں سے ہوشیار رہنا چاہیے، کیونکہ یہی قوم کے دانشمند ذہن ہیں۔

ھ۔ ان منصوبوں میں سے ایک منصوبہ جس کیلئے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس نے دوسرے ممالک اور ہمارے عزیز ملک کو بہت متاثر کیا اور اس کے آثار کافی حد تک باقی ہیں، استعمار کے اپنے زیر اثر ممالک کو اپنے آپ سے بیگانہ کرنا ہے اور ان کو اس طرح مغرب پرست اور مشرق پرست بناتا ہے کہ اپنے آپ کو اور اپنی ثقافت اور طاقت کو بالکل بھول بیٹھے۔ ان ممالک نے مغربی اور مشرقی بلاکوں کی نسلی وثقافتی بالاتری تسلیم کر لی، دو طاقتوں کو اپنا قبلہ جانا اور ان ہی دونوں میں سے ایک سے وابستگی کو اپنے ناقابل اجتناب فرائض میں شامل کیا۔ اس غم انگیز واقعے کی داستان طویل ہے اور اس سے پہنچنے والے نقصانات جو اب بھی پہنچ رہے ہیں جان لیوا اور سخت ہیں۔

اس سے زیادہ غم انگیز بات یہ ہے کہ ان سامراجیوں نے اپنے زیر اثر ستم رسیدہ اقوام کو ہر چیز میں پیچھے رکھا اور ان کے ملکوں کو تجارتی منڈی بنا دیا۔ انہوں نے ہم کو اپنی ترقیات اور اپنی شیطانی طاقتوں سے اتنا زیادہ خوفزدہ کر دیا ہے کہ ہم کسی بھی تخلیقی کام کی ہمت نہیں کرتے، اپنی ہر چیز، اپنی سرنوشت اور حتیٰ اپنے ملکوں کو ان کے سپرد کر کے ہمہ تن گوش ان کے احکامات کے تابعدار ہیں، یہ مصنوعی کھوکھلا پن اور تہی مغزی اس بات کا سبب بنی ہے کہ ہم کسی کام میں اپنی فکر و دانش پر بھروسہ نہ کریں اور مشرق و مغرب کی اندھی تقلید نہ کریں، بلکہ اگر ثقافت، ادب، صنعت اور جدت تھی بھی تو مغرب پرست اور مشرق پرست غیر مہذب قلمکاروں اور مقرروں نے اس قدر نکتہ چینی کی اور مضحکہ اڑایا کہ ہماری فکری استعداد ہمیشہ کیلئے

دب کر رہ گئی اور آئندہ کیلئے ہمیں مایوس کر دیا اور آج بھی ایسا کر رہے ہیں، ان کے برخلاف غیروں کے آداب و رسوم کو خواہ وہ کتنے ہی خراب اور گرے ہوئے کیوں نہ ہوں، قول و فعل اور تحریروں کے ذریعے رائج کر رہے ہیں اور ان کی تحسین و تعریف کے ساتھ اقوام پر مسلط کرتے پھر رہے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر کسی کتاب، تحریر یا تقریر میں کچھ یورپی الفاظ ہوں تو ان کے مطالب پر توجہ دیئے بغیر حیرت کے ساتھ قبول کر کے ان کے بولنے یا لکھنے والوں کو دانشور اور روشن خیال سمجھتے ہیں۔ اگر گہوارے سے قبر تک ضروریات زندگی کے نام مغربی اور مشرقی زبان کے ہیں تو اسے پسندیدہ اور قابل توجہ، نیز ترقی و تمدن کی علامت سمجھا جاتا ہے اور اگر اس جگہ مقامی الفاظ کا استعمال ہوا ہو تو مسترد اور رجعت پسندانہ قرار دیا جاتا ہے۔ ہمارے بچے اگر مغربی نام رکھیں تو افتخار اور اگر مقامی نام رکھیں تو شرمندگی اور پسماندگی کا احساس کرتے ہیں، سڑکوں، گلیوں اور دکانوں، کمپنیوں، دواخانوں، لائبریریوں، کپڑوں اور دیگر چیزوں کے ناموں کو خواہ وہ ملک ہی میں بنی ہوں، غیر ملکی ہونا چاہیے تاکہ لوگ اس سے راضی ہوں اور اسے قبول کریں۔

سر تا پا مغربیت اور تمام نشست و برخاست، معاشرت اور زندگی کے تمام شعبوں میں مغرب پرستی، فخر اور سربلندی، نیز تمدن و ترقی کا باعث ہے اور اس کے مقابلے میں اپنے آداب و رسوم، قدامت پرستی اور پسماندگی ہیں۔ ہر بیماری و علامت میں خواہ ملک کے اندر قابل علاج اور معمولی ہی کیوں نہ ہو، بیرون ملک جانا چاہیے اور اپنے ڈاکٹروں اور دانشور اطبا کی مذمت کرنی چاہیے اور ان کو مایوس کرنا چاہیے۔

برطانیہ، فرانس، امریکہ اور ماسکو جانا بہت فخر کی بات ہے اور حج، نیز دیگر متبرک مقامات کیلئے جانا قدامت پرستی اور پسماندگی ہے! اس چیز سے بے اعتنائی، جس کا تعلق مذہب اور معنویات سے ہے، روشن خیالی اور تمدن کی علامت ہے اور اس کے مقابلے میں ان امور کی پابندی، پسماندگی اور قدامت

پرستی کی نشانی ہے۔

میں یہ نہیں کہتا کہ خود ہمارے پاس ہر چیز ہے، کیونکر ہو سکتی ہے، کیونکہ ہمیں تاریخی دور میں خاص طور پر حالیہ صدیوں میں ہر ترقی سے محروم کیا گیا ہے اور خائن حکام مملکت اور خاص طور پر پہلوی خاندان، نیز ملکی کامیابیوں کے خلاف (غیر ملکی) تشہیراتی مراکز نے اور ہماری احساس کمتری نے ہم کو ہر ترقی کیلئے کوشش سے محروم کر دیا ہے۔ ہر قسم کے مال کا درآمد کرنا، خواتین اور مردوں خاص طور پر جوان طبقے کو مختلف قسم کی درآمداتی اشیا، مثلاً میک اپ کے وسائل، زینتی اور تجملاتی اشیا اور بچگانہ کھیلوں میں مشغول کرنا، خاندانوں کو مقابلے پر مجبور کرنا اور زیادہ سے زیادہ اشیائے صرف کا محتاج بنانا، جو خود غم انگیز داستانوں کا حامل ہے اور بدکاریوں اور عیاشیوں کے اڈوں کو فراہم کر کے ان جوانوں کو تباہی کی جانب لے جانا، جو سماج کے فعال فرد ہیں اور اس قسم کی سوچی سمجھی دسیوں مصیبتیں ہیں جو ممالک کو پسماندہ رکھنے کیلئے ہیں۔

میں ملت عزیز سے ہمدردانہ وخادمانہ وصیت کرتا ہوں کہ اب جبکہ وہ بہت نمایاں حد تک (بچائے گئے) ان جالوں سے نجات پا چکی ہے اور موجودہ محروم نسل سرگرمی اور جدت (وتخلیق) پر کمربستہ ہو گئی ہے اور ہم نے دیکھا کہ بہت سے کارخانوں اور (حتیٰ) طیاروں کے ترقی یافتہ وسائل اور دیگر چیزوں کو جن کے بارے میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ ایرانی ماہرین اپنے کارخانوں میں اس قسم کی چیزیں بنا سکتے ہیں ان معمولی چیزوں کیلئے ہم سب نے مشرق یا مغرب کی جانب اپنے ہاتھ پھیلا رکھے تھے کہ ان کے ماہرین انہیں چلائیں لیکن اقتصادی ناکہ بندی اور مسلط کردہ جنگ[۱] کے باعث خود ہمارے جوانوں

۱۔ مسلط کردہ جنگ۔ ایران کے اسلامی انقلاب کی کامیابی پر امریکہ دنیا کے اہم ترین اسٹراٹیجک علاقوں میں سے ایک کو کھو بیٹھا اور اس کے عظیم ذخائر سے اس کا ہاتھ قلم ہو گیا۔ لہٰذا اس نے مختلف چالوں کے ذریعے اس پر پھر سے --->

نے ضرورت کے کل پرزوں کو بنایا اور باہر کی بہ نسبت کم قیمت پر پیش کر کے ضرورت کو برطرف کردیا اور ثابت کردیا کہ اگر چاہیں تو ہم بھی کر سکتے ہیں۔

آپ کو بیدار و چوکنا اور ہوشیار رہنا چاہیے کہ مغرب و مشرق سے وابستہ سیاستدان شیطانی وسوسوں کے ذریعے آپ کو بین الاقوامی لٹیروں کی جانب نہ لے جائیں اور آپ عزم بالجزم سرگرمی ومحنت اور لگن کے ساتھ غیروں سے وابستگیوں کو ختم کرنے کیلئے اٹھ کھڑے ہوں اور جان لیں کہ آریائی اور عرب نسل، امریکہ، روس اور یورپ کی نسلوں سے کم نہیں اور اگر آپ اپنی خودی کو بحال کریں اور نا امیدی کو اپنے سے دور کردیں، نیز اپنے علاوہ کسی غیر سے توقع نہ رکھیں تو طویل عرصے میں ہر کام اور ہر چیز بنانے کی توانائی پیدا کرلیں گے۔ آپ سے شباہت رکھنے والے انسان جہاں تک پہنچے ہیں آپ بھی وہاں پہنچ جائیں گے، بشرطیکہ آپ خداوند عالم پر بھروسہ اور اپنی ذات پر اعتماد رکھیں، دوسروں سے وابستگی کو ختم کریں، شرافتمندانہ زندگی کے حصول اور غیروں کے تسلط سے باہر نکلنے کیلئے سختیوں کو برداشت کریں اور ہر زمانے کی حکومتوں اور عہدیداروں کا فریضہ ہے کہ اپنے ماہرین کی قدردانی کریں اور مادی ومعنوی تعاون سے ان کی حوصلہ افزائی کریں اور استعمال کو وجود میں لانے والی، نیز تباہ کن اشیا کی درآمد کو روکیں

ے۔ قبضہ کرنے کی کوشش شروع کی اور ملکی باغیوں کی مدد، ایران پر (حملہ طبس کے نام سے مشہور) فوجی حملہ اور بغاوت کی قیادت اسی سیاست پر مبنی تھی۔ جب ان چالوں میں سے کسی سے بھی کوئی فائدہ نہ ہوا تو اس نے ایک اور چال چلی اور حکومت عراق کو جو مبہم پسندانہ خصوصیات کی حامل تھی اس بات پر اکسایا کہ اسلامی انقلاب پر بلاوجہ جنگ مسلط کردے۔ اس جنگ میں جس کے باعث لاکھوں انسان ہلاک ہوئے، اربوں ڈالرز کا نقصان ہوا اور لاکھوں انسان اپاہج، زخمی، قیدی اور بے گھر ہوئے۔ بڑی طاقتوں اور ان کے حلقہ بگوش غلام عفلقی صدام کو اپنے کسی مقصد میں بھی کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔

اوران کے پاس جو کچھ ہے اسی پر قناعت کریں یہاں تک کہ خود ساری چیزیں بنانے پر قادر ہو جائیں۔

میری جوانوں، لڑکوں اور لڑکیوں سے خواہش ہے کہ استقلال و آزادی اور انسانی اقدار کو تجملات، عیش وعشرت، بے راہ رویوں اور بدکاریوں کے ان اڈوں پر فدا نہ کریں، جو مغرب اور وطن دشمن ایجنٹوں کی جانب سے آپ کیلئے بنائے گئے ہیں، خواہ سختیاں اور دشواریاں ہی برداشت کرنی پڑیں، کیونکہ تجربہ بتاتا ہے کہ وہ لوگ آپ کی تباہی اور آپ کو اپنے ملک کی سرنوشت سے غافل بنانا چاہتے ہیں، آپ کے ذخائر کو لوٹنے، استعمار کی زنجیروں اور وابستگی کی ذلت میں جکڑنے، آپ کی قوم اور ملک کو اشیائے صرف کا محتاج بنانے کے علاوہ کچھ اور نہیں سوچتے اور چاہتے ہیں کہ ان وسائل اور اس قسم کی اشیا سے آپ کو پسماندہ اوران ہی کی اصطلاح میں نیم وحشی باقی رکھیں۔

و۔ ان کی اہم سازشوں میں سے ایک جس کا بارہا ذکر کر چکا ہوں تعلیم وتربیت کے مراکز اور خاص طور پر یونیورسٹیوں کو اپنے ہاتھ میں لینے کی سعی ہے، کیونکہ ملکوں کا مستقبل فارغ التحصیل ہونے والے طلبا کے ہاتھوں میں ہوتا ہے، علما اور دینی مدارس کے سلسلے میں ان کی روش یونیورسٹیوں اور ہائی اسکولوں کی روش سے مختلف ہے۔ دینی مدارس پر غلبے کیلئے انہوں نے علما کو راستے سے ہٹانے اور ان کو گوشہ نشین کرنے کی کوشش کی یا ان کی سرکوبی، تشدد اور سخت توہین کی گئی تاکہ سماج میں وہ بے اثر ہو جائیں، رضا خان کے زمانے میں یہ سب کچھ ہوا لیکن اس کا نتیجہ الٹا نکلا یا پھر تعلیم یافتہ طبقے یعنی آج کی اصطلاح میں روشن خیال لوگوں کو علما سے الگ کرنے کیلئے غلط پروپیگنڈوں، تہمتوں اور شیطانی سازشوں کے ذریعے کہ اس پر بھی رضا خان نے عملی جامہ پہنانے کیلئے دباؤ اور سرکوبی کا سہارا لیا، اس کے بیٹے محمد رضا کے زمانے میں یہ عمل موذیانہ طور پر جاری رہا لیکن تشدد و بربریت کے بجائے عیاری ومکاری کے سہارے۔ لیکن یونیورسٹیوں کے سلسلے میں ان کا منصوبہ یہ ہے کہ جوانوں کو اپنی تہذیب وثقافت، اپنے طور طریقے اور

اقدار سے منحرف کریں اور مشرق یا مغرب کی تہذیب کا دلدادہ بنائیں اور ان ہی کے درمیان سے ملک کے فرماں روا کا انتخاب کریں اور ان کو ممالک کی سرنوشت کا حاکم بنائیں تاکہ ان کے ذریعے جو کچھ چاہتے ہیں انجام پا سکے۔ یہ لوگ ملک کو تباہی اور مغرب پرستی کی جانب لے جائیں اور علمائے دین اپنی گوشہ نشینی، غیر مقبولیت و بے بسی اور شکست کے باعث روک تھام نہ کر سکیں اور تحت تسلط ممالک کو پسماندہ رکھنے اور کنگال بنانے کیلئے یہ بہترین طریقہ ہے، کیونکہ بڑی طاقتوں کیلئے کسی زحمت اور خرچ، نیز قومی معاشروں میں کسی شور و غل کے بغیر جو کچھ بھی ہے ان کی جیب میں چلا جاتا ہے، لہذا اب جبکہ یونیورسٹیوں اور دارالمعلمین کی اصلاح کی جارہی ہے اور ان کو پاک کیا جارہا ہے، ہم سب کا فرض ہے کہ عہدیداروں کی مدد کریں، کبھی بھی اس کی اجازت نہ دیں کہ یونیورسٹیوں کو منحرف کیا جائے اور جہاں بھی انحراف نظر آئے فوری اقدام کر کے اس کو دور کرنے کی کوشش کریں۔ اس اہم کام کو پہلے مرحلے میں یونیورسٹیوں اور کالجوں کے جوانوں ہی کے طاقتور ہاتھوں سے انجام پانا چاہیے، کیونکہ یونیورسٹی کو انحراف اور گمراہی سے نجات دلانا ملک وملت کی نجات ہے۔

میں سب سے پہلے تمام نوجوانوں اور جوانوں پھر ان کے والدین اور دوستوں اور اس کے بعد ملک کے ہمدرد و روشن خیالوں اور حکمرانوں سے وصیت کرتا ہوں کہ ملک کو اس خطرے سے محفوظ رکھنے کیلئے دل و جان سے کوشش کریں اور یونیورسٹیوں کو بعد کی نسل کے حوالے کریں میں تمام آنے والی نسلوں سے نصیحت کرتا ہوں کہ خود اپنی عزیز ملک اور انسان ساز اسلام کی نجات کیلئے یونیورسٹیوں کو انحراف اور مغرب پرستی و مشرق پرستی سے محفوظ رکھیں اور اپنے اس انسانی اور اسلامی عمل کے ذریعے اپنے ملک سے بڑی طاقتوں کے اثر و رسوخ کو ختم کریں اور ان کو ہمیشہ کیلئے ناامید کردیں۔ خدا آپ کا مددگار و محافظ ہے۔

۲۔ مجلس شورائے اسلامی ا کے ممبران کا اپنے حلف پر باقی رہنا بہت اہم ذمہ داری ہے، کیونکہ ہم تجربہ کر چکے ہیں کہ ایران واسلام نے مشروطیت ۲ کے بعد مجرم پہلوی حکومت خصوصاً اس (محمد رضا) کے فاسد دور میں ان ہی غیر صالح و منحرف ممبران پارلیمنٹ کی وجہ سے مصائب و آلام اٹھائے اور ان ہی حقیر وذلیل سامراجی نوکروں کے ذریعے ملک وملت کو جان فرسا مصیبتوں اور نقصانات کا سامنا کرنا پڑا، ان پچاس برسوں میں (پارلیمنٹ کی) منحرف و بے دین مصنوعی اکثریت ایک مظلوم اقلیت کیلئے اس بات کا

ا۔ مجلس شورائے اسلامی وہ کونسل ہے جس کے ممبران کو عوام براہ راست اور خفیہ ووٹوں کے ذریعے انتخاب کرتے ہیں۔ یہ مجلس، نگہبان کونسل کے ہمراہ ملک کی مقننہ کو تشکیل دیتی ہے اور اسلامی جمہوریہ ایران میں قانون بنانے کا فرض ادا کرتی ہے۔

علاوہ ازیں، مجلس (پارلیمنٹ) حکومت کے اہلکاروں کی صلاحیت پر نگرانی کرتی ہے، اقتصادی پروگراموں کی کیفیت، کمیت، آمدنی کے حصول اور ملکی اخراجات کے طریقے کو بھی معین کرتی ہے اور ہمیشہ اور ہر جگہ ملت کے حقوق کی محافظ اور ان کے مفادات کی مدافع ہے۔ مجلس کے ایک دور کی مدت چار سال اور ممبران کی تعداد ۲۹۰ افراد ہے۔

۲۔ مشروطیت (آئینی حکومت)، انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں ایران کی حالت کی خرابی اور حکومت کے جارح مامورین، استبداد کے ایجنٹوں اور حکام کے جور وستم سے عوام کا تنگ آجانا، اس وقت کے بادشاہ مظفر الدین شاہ کی ملکی امور کے نظم ونسق میں کمزوری وعدم لیاقت، لوگوں کی روز افزوں بیداری اور آگہی، نیز دیگر علل واسباب نے ایک انقلاب کی زمین ہموار کی جو نہضت مشروطہ (آئینی حکومت کی تحریک) کے نام سے مشہور ہوا اور طویل مقابلوں اور جدوجہد کے بعد آخر کار ۱۳۲۴ ہجری شمسی (۱۹۰۶ء) میں کامیاب ہوگیا۔ اگرچہ اس تحریک کی صحیح راستے پر ہدایت نہیں ہوئی لیکن ایران کی اجتماعی تنظیم، طبقاتی امتیاز کا خاتمہ، درباریوں اور بڑے زمینداروں کے اقتدار کے محل کا مسمار ہونا اور قانون، نیز انصاف کا برقرار کرنا ایک عظیم تبدیلی کا باعث بنے لیکن افسوس وہ اسلام کی نجات بخش تعلیمات سے آئینی حکومت کے انحراف نے اس تحریک کو مطلوبہ انجام تک پہنچنے نہیں دیا اور رضا خان کی بغاوت کے بعد موروثی سلطنتی نظام نے دوبارہ حاکمیت اختیار کرلی۔

سبب بنی کہ برطانیہ اور روس اور حال ہی میں امریکہ نے ان خدا سے بے خبر و منحرف لوگوں کے ذریعے جو چاہا انجام دیا اور ملک کو تباہی و نابودی کے دہانے پر پہنچا دیا، مشروطیت کے بعد سے رضا خان سے پہلے مغرب پرستوں، کچھ جاگیرداروں اور غاصب زمینداروں کی وجہ سے قانون شکنی ہوتی رہی، جب پہلوی حکومت آئی تو اس سفاک حکومت اور اس سے وابستہ لوگوں اور اس کے حلقہ بگوشوں کے ہاتھوں تقریباً کبھی بھی بنیادی آئین کی اہم دفعات پر عمل نہ ہوا، اب جبکہ پروردگار کی عنایت اور عظیم الشان قوم کی کوشش سے ملک کی سرنوشت لوگوں کے ہاتھ میں آ گئی ہے اور ممبران پارلیمنٹ خود عوام کے منتخب کردہ ہیں اور حکومت اور جاگیرداروں کی مداخلت کے بغیر خود عوام کے انتخاب کے ذریعے مجلس شورائے اسلامی میں شامل ہوئے ہیں تو اب امید ہے کہ ہر قسم کے انحراف کی روک تھام ہوگی، کیونکہ یہ افراد اسلام اور ملک کے مفاد کے خواہاں ہیں۔

موجودہ عوام اور آنے والی قوم کیلئے میری وصیت یہ ہے کہ وہ ہمیشہ بھرپور توجہ کے ساتھ اپنے جذبہ اسلام و ملک کے مفادات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر دور میں ممبران پارلیمنٹ کے انتخابات میں ایسے افراد منتخب کریں جو اسلام اور اسلامی جمہوریہ کے وفادار ہوں، ایسے افراد زیادہ تر معاشرے کے متوسط اور محروم طبقے کے درمیان ہوا کرتے ہیں، یہ لوگ صراط مستقیم سے مغرب یا مشرق کی جانب منحرف نہ ہوں گے اور نہ ہی ان کا رجحان کسی انحرافی مکاتب کی جانب ہوگا۔ ایسے ہی تعلیم یافتہ، حالات حاضرہ اور اسلامی پالیسیوں سے واقف افراد کو پارلیمنٹ کیلئے منتخب کریں۔

میں محترم علمائے دین خصوصاً مراجع عظام[۱] سے وصیت کرتا ہوں کہ معاشرے کے مسائل خصوصاً

۱۔ مراجع یعنی رجوع کی جگہ اور مذہبی اصطلاح میں دینی رہنما کیلئے استعمال ہوتی ہے، کیونکہ لوگ اپنے مسائل، مشکلات اور سوالات کے سلسلے میں ان سے رجوع کرتے ہیں۔ اس خاطر کہ مسلمان اسلامی احکامات میں کسی کی پیروی ←

صدر جمہوریہ اور ممبران پارلیمنٹ کے انتخابات میں اپنے آپ کو الگ تھلگ نہ رکھیں آپ سب نے دیکھا اور نسل آئندہ سنے گی کہ مشرق و مغرب کے پیروکار سیاستدانوں نے علماء دین کو جنہوں نے بڑی زحمتیں اور تکالیف اٹھا کر مشروطیت کی بنیاد رکھی تھی، سیاست سے نکال باہر کیا۔ علما نے بھی سیاستدانوں سے دھوکا کھا کر ملک اور مسلمانوں کے امور میں حصہ لینے کو توہین سمجھا اور میدان کو مغرب پرستوں کے حوالے کر دیا اس طرح مشروطیت، بنیادی آئین، ملک اور اسلام پر ایسا ظلم کیا جس کی تلافی کیلئے ایک طویل مدت کی ضرورت ہے۔

اب جبکہ بحمد للہ رکاوٹیں دور ہو چکی ہیں اور ہر عوامی طبقے کی شرکت کیلئے آزاد فضا قائم ہو گئی ہے اب کسی قسم کے عذر کی گنجائش باقی نہیں ہے اور اگر کسی نے مسلمین کے امور سے غفلت برتی تو وہ ناقابل معافی گناہ کا مرتکب ہوا۔ ہر شخص کیلئے ضروری ہے کہ اپنی توانائی اور اپنے اثر و رسوخ کے دائرے میں رہ کر اسلام اور ملک کی خدمت کرے۔ دو سامراجی بڑی طاقتوں سے وابستہ افراد، مغرب پرستوں اور مشرق پرستوں اور عظیم ملک اسلام سے منحرف لوگوں کے اثر و رسوخ کی سخت روک تھام کرے اور معلوم ہونا چاہیے کہ اسلام اور اسلامی ممالک کے مخالفین یعنی بین الاقوامی لٹیری بڑی طاقتیں، دھیرے دھیرے چالاکی سے ہمارے ملک اور دیگر اسلامی ممالک میں گھس پیٹھ کر کے خود اقوام کے بعض افراد کے ہاتھوں ملک و ملت کو اپنے استحصال کے جال میں پھانس لیتی ہیں۔ آپ کو ہوشیاری کے ساتھ نظر رکھنی چاہیے اور دخل اندازی کی آہٹ ملتے ہی اس کا مقابلہ کریں اور ان کو مہلت نہ دیں، خدا آپ کا مددگار اور نگہبان ہے۔

← کریں، کیونکہ ان کا علم کافی نہیں ہے، بلکہ تقوی اور عدل بھی مرجعیت کا لازمہ ہے۔ مرجع تقلید کو خود پر مسلط فقیہ، دین کا نگہبان، نفسانی خواہشات کا مخالف اور صرف الٰہی احکامات کا مطیع ہونا چاہیے۔ اس صورت میں لوگوں پر اس کی پیروی واجب ہے۔

موجودہ اور مستقبل کے ممبران پارلیمنٹ سے میری خواہش ہے کہ اگر خدانخواستہ منحرف عناصر سیاسی چالبازی اور دھوکہ بازی سے منتخب ہو جائیں تو مجلس ان کے تصدیق نامے کو مسترد کر دے اور اس کا موقع نہ دیں کہ ایک بھی (منحرف، وابستہ اور) تخریب کار شخص پارلیمنٹ میں داخل ہونے پائے۔

میں ملک کی سرکاری مذہبی اقلیتوں ١ سے وصیت کرتا ہوں کہ وہ پہلوی حکومت کے عہد سے عبرت حاصل کریں اور اپنا ممبر پارلیمنٹ اس کو منتخب کریں جو اپنے مذاہب اور اسلامی جمہوریہ کا طرفدار ہو، عالمی لٹیرے طاقتوں سے وابستہ نہ ہو، الحادی، انحرافی اور اقتباسی مکاتب کی طرف رجحان نہ رکھتا ہو۔

تمام ممبران پارلیمنٹ سے میری خواہش ہے کہ نہایت نیک نیتی اور بائی چارگی کے ساتھ اپنے پارلیمانی ساتھیوں سے سلوک کریں اور بھی یہ کوشش کریں کہ قوانین خدانخواستہ اسلام سے منحرف نہ ہوں۔ آپ سب اسلام اور اس کے آسمانی احکامات کے وفادار رہیں تاکہ آپ کو دنیا اور آخرت کی سعادت حاصل ہو سکے۔

میں محترم شورائے نگہبان (آئین کی محافظ کونسل) ٢ کو خواہ وہ موجودہ نسل سے ارتباط رکھتی ہو یا

١۔ سرکاری مذہبی اقلیتیں، اسلامی جمہوریہ ایران کے بنیادی آئین کی تیرہویں دفعہ کے مطابق "صرف زرتشتی، یہودی اور عیسائی ایرانی مذہبی اقلیتیں تسلیم کی جاتی ہیں جو قانون کی حدود میں اپنے مذہبی مراسم کو انجام دینے میں آزاد ہیں اور ذاتی معاملات اور دینی تعلیمات میں اپنے آئین کے مطابق عمل کر سکتی ہیں"۔ اس قانون کی دفعہ چودہ میں اسلامی جمہوریہ ایران کی حکومت اور مسلمانوں پر فرض عائد ہوتا ہے کہ غیر مسلم افراد کے ساتھ، اخلاق حسنہ اور اسلامی عدل و مساوات کے ساتھ پیش آئیں اور ان کے انسانی حقوق کا پاس رکھیں۔ یہ دفعہ ان لوگوں کے حق میں معتبر ہے جو اسلام اور اسلامی جمہوریہ ایران کے خلاف سازش اور کاروائی نہ کریں۔

٢۔ اسلامی جمہوریہ ایران میں مجلس کے پاس کردہ قوانین کے اسلامی احکامات اور بنیادی آئین کے خلاف نہ ہونے کے تحفظ کی خاطر نگہبان کونسل کے نام سے ایک کونسل تشکیل ہوتی ہے جو چھ عادل اور آگاہ فقیہ اور اسی طرح مختلف -->

۷۱۔ 'آخری پیغام'

آئندہ نسل سے نصیحت کرنا چاہتا ہوں کہ وہ اپنے اسلامی اور قومی فرض کو پوری تندہی اور طاقت کے ساتھ ادا کرے، کسی بھی طاقت سے متاثر نہ ہو، بلا جھجک شریعت مطہرہ۱ اور بنیادی آئین۲ کے خلاف قوانین کی روک تھام کرے اور ملکی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے جن پر کبھی احکام ثانویہ اور کبھی ولایت فقیہ۳

ے۔ قانونی شعبوں کے چھ ماہرین قانون پر مشتمل ہوتی ہے۔ (بنیادی آئین دفعہ ۹۱) یہ افراد چھ سال کیلئے انتخاب ہوتے ہیں۔ (بنیادی آئین دفعہ ۹۲) مجلس شورائے اسلامی نگہبان کونسل کی موجودگی کے بغیر قانونی حیثیت نہیں رکھتی۔ (بنیادی آئین دفعہ ۹۳) اسی کے ساتھ مجلس کے پاس کردہ تمام قوانین کو اسلامی اصولوں اور بنیادی آئین سے مطابقت یا عدم مطابقت کی تائید اور تحقیق کیلئے نگہبان کونسل کے پاس بھیجا جاتا ہے (بنیادی آئین، دفعہ ۹۴)۔

۱۔ شریعت مطہرہ، لغت میں شرع کے معنی سیدھا اور روشن راستہ اور دریا کے پانی کا راستہ ہیں، چونکہ خدائی قوانین بہت سے پہلوؤں سے پانی اور دریا کے راستے کی مانند ہیں، قرآن نے تشبیہ اور استعارے کے طور پر خدائی احکامات اور قوانین کو شریعت کا نام دیا ہے۔

۲۔ بنیادی آئین، اسلامی جمہوریہ ایران کا بنیادی آئین اسلامی اصول وضوابط کی بنیاد پر ایرانی معاشرے کے ثقافتی، سماجی، سیاسی اور اقتصادی اداروں کو بیان کرتا ہے اور جوامت اسلامیہ کی دلی تمناؤں کی تصویر ہے۔ یہ قانون جو ایک تمہید، بارہ باب اور ایک سو پچھتر دفعات پر مشتمل ہے اور ۱۳۵۸ ہجری شمسی (۱۹۷۹ء) میں ایرانی قوم کے ۹۹.۵ فیصد مثبت ووٹوں سے پاس ہوا ہے۔ اسلام اور اسلامی حکومت پر ایرانی قوم کے اعتقاد کی دستاویز اور دسیوں ہزار شہیدوں کے خون کا ثمرہ ہے۔ امام خمینیؒ "بنیادی آئین کو اسلامی جمہوریہ کا عظیم ترین ثمرہ جانتے ہیں۔ ۱۳۶۸ ہجری شمسی (۱۹۸۹ء) میں اس میں ایک تکملہ بڑھایا گیا ہے۔

۳۔ ولایت فقیہ، خدائی احکامات، مکتب کے حقیقی منابع اور معتبر احادیث کے حوالے سے امامت اور آخری معصومؑ کی غیبت کے بعد حکومت تشکیل دینے کے سلسلے میں انبیاءؑ کی تاریخی ذمہ داری کی ضرورت کے تحت مکتب کے سب سے زیادہ آگاہ اور صالح فرد کے اوپر عائد ہوگی تاکہ اس طرح ولایت اور انبیاءؑ کی حکومت کا سلسلہ جاری رہے۔ یہ افراد وہی امت کے فقہا اور علماء ہیں، انبیاءؑ کے وارث اور امین ہیں اور ان کی حکومت کا نام "ولایت فقیہ" ہے۔ اس بنیاد پر --->

کے ذریعے عمل ہونا چاہیے، توجہ سے کام لے۔

شریف قوم کیلئے میری وصیت یہ ہے کہ تمام انتخابات میں، خواہ وہ صدر جمہوریہ کا ہو یا مجلس شورائے اسلامی کے ممبران کا یا قیادتی کونسل کو ہو یا مجلس خبرگان[۱] کا، ہر ایک میں شریک رہے اور جن کا بھی انتخاب ہو اس ضابطے کے مطابق ہو جو معتبر ہیں، مثال کے طور پر قیادتی کونسل یا قائد کے تعین کی کونسل[۲] کے ماہرین کے انتخاب کیلئے توجہ سے کام لے، کیونکہ اگر غفلت برتی اور ماہرین کو شرعی اصولوں اور قانون کے

ح۔ بنیادی آئین اس جامع الشرائط فقیہ کی قیادت کے سلسلے میں تحقیق کے میدان کو فراہم کرے جس کو عوام کی جانب سے قائد تسلیم کیا جاتا ہے تاکہ وہ حکومت کے مختلف ارکان کے اپنے حقیقی اسلامی فرائض سے منحرف نہ ہونے کا ضامن ہو۔

۱۔ مجلس خبرگان، ایران کے اسلامی جمہوریہ نظام میں ملکی امور کو رائے عامہ کی بنیاد پر اور انتخابات کے ذریعے انجام پانا چاہیے، خواہ وہ صدر جمہوریہ کے تعین کیلئے یا مجلس شورائے اسلامی کے ممبروں یا کونسلوں وغیرہ کے اراکین کے تعین کیلئے ہوں۔ اگر کسی مسئلے میں عوام کی اکثریت کی رائے لینا ممکن نہ ہو یا اس مقصد تک رسائی کیلئے مباحثات و مذاکرات کی ضرورت ہو تو اس صورت میں عوام اپنے ماہرین اور قابل اعتماد لوگوں کا انتخاب کر کے ان کو "ماہرین کی کونسل" نامی جگہ پر جمع کریں گے اور وہ لوگوں کے مدنظر موضوع کے بارے میں بحث کریں گے جیسے کہ بنیادی آئین کے ماہرین یا قیادتی انتخاب کے ماہرین وغیرہ کے بارے میں۔

۲۔ قیادتی کونسل، اگر ضروری شرائط پر پورا اترنے والا ایک فقیہ لوگوں کی بھاری اکثریت کی جانب سے مرجع تقلید اور قائد کی حیثیت سے تسلیم کر لیا جائے تو یہ قائد ولی امر اور اس عہدے کی تمام ذمے داریوں کا حامل ہوگا اور اگر ایسا نہ ہو تو عوام کے انتخاب کردہ ماہرین ان تمام لوگوں کے بارے میں جو مرجعیت اور قیادت کی صلاحیت رکھتے ہوں تحقیق اور مشورہ کریں گے اور قیادت کی صلاحیت رکھنے والے تین یا پانچ مراجع تقلید کو قیادتی کونسل کے اراکین کے عنوان سے متعارف کرائیں گے۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ اس دفعہ کی اسلامی جمہوریہ ایران کے بنیادی آئین پر نظرثانی میں اصلاح کر دی گئی ہے اور مسلم معاشرے کی قیادت کو کونسل کی شکل میں مدنظر نہیں رکھا گیا ہے۔

مطابق منتخب نہ کیا تو بہت ممکن ہے کہ اسلام اور ملک کو ایسے نقصانات کا سامنا کرنا پڑے جن کی تلافی نہ ہوسکے اور ایسی صورت میں بھی خداوند عالم کے سامنے جوابدہ ہوں گے اور یہی حال عوام کا بھی ہے (اگر انہوں نے بھی امور مملکت میں حصہ نہ لیا تو ذمہ دار ہوں گے) اس میں مراجع، بڑے علما، تاجر، کسان، مزدور اور ملازمین بھی شریک ہیں اور سبھی ملک اور اسلام کی سرنوشت کے ذمہ دار ہیں، خواہ موجودہ نسل سے تعلق رکھتے ہوں خواہ آئندہ نسل سے اور بہت ممکن ہے کہ بعض مواقع پر شرکت نہ کرنا اور لاپرواہی سے کام لینا ایسا گناہ ہو جو گناہ کبیرہ[1] قرار پائے۔

ہمیشہ مرض کے حملے سے قبل اس کا علاج کرنا چاہیے ورنہ پھر قابو پانا مشکل ہو جائے گا اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا احساس ہم نے اور آپ نے مشروطیت کے بعد کیا ہے۔ اس سے بڑھ کر بہترین علاج نہیں ہے کہ قوم پورے ملک میں ان کاموں کو جو ان سے متعلق ہوں، اسلامی اصولوں اور بنیادی آئین کے مطابق انجام دے۔

صدر جمہوریہ اور ممبران پارلیمنٹ کے چناؤ کے وقت تعلیم یافتہ مذہبی، حالات زمانہ پر وسیع نظر

۱۔ گناہ کبیرہ، کی تعریف اور ان کی تعداد کے بارے میں علما کے درمیان اختلاف رائے موجود ہے۔ حضرت امام صادق ان گناہوں کو گناہ کبیرہ قرار دیتے ہیں جن کے ارتکاب کرنے والے کیلئے خدا نے جہنم کو واجب قرار دیا ہے۔ گناہ کبیرہ کی صحیح تعداد کا ذکر نہیں کیا جاسکتا لیکن زیادہ تر روایات میں ان کی تعداد سات بتائی گئی ہے۔ ان سات گناہوں کے عنوانات میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے جو یہ ہیں: شرک، انسانی قتل، پاکدامن عورت پر زنا کا الزام لگانا، یتیم کا مال کھانا، زنا، جنگ کے دوران لشکر حق چھوڑ کر فرار ہونا، والدین کی نافرمانی۔

البتہ رباخواری، رحمت خداوندی سے ناامیدی، خدا کی چال سے محفوظ رہنا، لوگوں کی غیبت کرنا اور ناحق گواہی دینا وغیرہ پر بھی گناہ کبیرہ ہونے کے لحاظ سے زور دیا گیا ہے۔

رکھنے والے، سامراج سے بے تعلق، متقی[1] اور اسلام، نیز اسلامی جمہوریہ کے معتقد افراد سے مشورہ کریں۔ اسی طرح متقی، نیز اسلامی جمہوریہ کے پابند علما اور مذہبی پیشواؤں سے بھی مشورہ کریں اور اس بات پر توجہ دیں کہ صدر جمہوریہ اور ممبران پارلیمنٹ اس طبقے سے تعلق رکھتے ہوں جنہوں نے معاشرے کے مستضعف ومحروم لوگوں کی محرومیت اور ان کی مظلومیت کو محسوس کیا ہو اور وہ ان کی فلاح و بہبود کی فکر میں ہوں، ان کا تعلق سرمایہ داروں، غاصب زمینداروں، اہل ثروت نیز لذتوں اور شہوتوں میں غرق اونچے طبقے سے نہ ہو، کیونکہ وہ محرومیت کی تلخی اور بھوکوں اور غریبوں کی تکلیف کو نہیں سمجھ سکتے۔

ہمیں معلوم ہانا چاہیے کہ اگر صدر جمہوریہ اور ممبران پارلیمنٹ شائستہ ہوں، اسلام کے پابند اور ملک وملت کے ہمدرد ہوں تو بہت سے مسائل کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا اور اگر کچھ مسائل ہوں گے بھی تو حل ہو جائیں گے۔

ان ہی باتوں کو قیادتی کونسل یا قائد کے تعین کیلئے مجلس خبرگان کے انتخاب کے وقت خاص اہمیت کے ساتھ مدنظر رکھنا چاہیے، نیز خبرگان جن کا انتخاب قوم کے ذریعے ہوتا ہے نہایت توجہ سے انجام پانا چاہیے۔ اگر مجلس خبرگان کے افراد وقت کے مراجع عظام، علما کرام، ارباب فکر ودانش، اسلام کے مخلص وباوفا کی نگرانی میں منتخب ہوں تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ قیادت اور قیادتی کونسل کیلئے دیندار ومومن افراد منتخب ہو جائیں گے اور ان کے انتخاب سے بہت سے مسائل کسی مشکل کے بغیر بطور شائستہ حل ہو جائیں گے۔

۱۔ متقی: تقویٰ وہ باطنی قوت ہے جو انسان کو ان اعمال کو انجام دینے میں مدد کرتی ہے جو اس کے ایمان کے مطابق ہوتے ہیں اور اس کو ان اعمال سے روکتی ہے جو اس کے ایمان کے خلاف ہوتے ہیں۔ تقویٰ اندرونی وبیرونی واقعات سے پیدا ہونے شیطانی وسوسوں کے مقابلے میں استقامت اور خودداری کی طاقت ہے۔

بنیادی آئین کی دفعہ ایک سو نو[1] اور دفعہ ایک سو دس[2] پر نظر ڈالنے سے مجلس خبرگان کے تعین میں قوم کی اور قائد یا قیادتی کونسل کے تعین میں ممبران کی بھاری ذمہ داری کا پتہ چلتا ہے کہ انتخاب میں ذرا سی غفلت اسلام اور اسلامی جمہوریہ ایران کو کتنا نقصان پہنچائے گی، چونکہ یہ کام اعلیٰ اہمیت کا حامل ہے۔ لہذا معمولی غلطی کا احتمال ان کے دوش پر بہت بڑی مذہبی ذمہ داری عائد کرتا ہے۔ قائد اور قیادتی کونسل سے حال حاضر میں جبکہ سامراج اور اس کے پٹھو، ملک و بیرون ملک سے اسلامی جمہوریہ یعنی درحقیقت اسلام پر حملہ آور ہیں۔ میری وصیت یہ ہے کہ اپنے آپ کو اسلام، اسلامی جمہوریہ، محرومین اور مستضعفین کی خدمت کیلئے وقف کر دیں اور یہ خیال نہ کریں کہ قیادت بذات خود ان کیلئے کوئی تحفہ یا اعلیٰ عہدہ ہے، بلکہ یہ ایک عظیم اور خطیر فرض ہے جس میں خدانخواستہ اگر خواہشات نفسانی کی وجہ سے کوئی لغزش پیدا ہوئی تو اس دنیا میں ابدی شرمساری اور آخرت میں بھی خدائے قہار کے غضب کی آگ کا سامنا کرنا پڑے گا۔

۱۔ بنیادی آئین/۱۰۹، اسلامی جمہوریہ ایران کے بنیادی آئین کی دفعہ ۱۰۹، قائد یا قیادتی کونسل کے اراکین کی شرائط اور صفات کو بیان کرتی ہے۔ یہ شرائط درج ذیل ہیں:
قیادت کیلئے تقویٰ اور علمی و سیاسی صلاحیت اور سماجی بصیرت، شجاعت، قدرت اور کافی انتظامی صلاحیت ضروری ہے۔
اس دفعہ میں بنیادی آئین کی اصلاح میں ''قائد کی شرائط اور صفات'' کے عنوان سے معمولی تبدیلی کی گئی ہے۔

۲۔ بنیادی آئین/۱۱۰، اسلامی جمہوریہ ایران کے بنیادی آئین کی دفعہ ۱۱۰ ''قائد کے فرائض اور اختیارات'' کو بیان کرتی ہے۔ ان اختیارات اور فرائض میں سے اہم یہ ہیں:
نگہبان کونسل کے فقہا کا تعین، ملک کی عدلیہ کے اعلیٰ عہدیدار کا تقرر، مسلح افواج کے کمانڈروں کا تقرر اور ان کی برطرفی، اعلیٰ دفاعی کونسل کی تشکیل، جنگ اور صلح کا اعلان، عوام کے ذریعے انتخاب ہونے کے بعد صدر جمہوریہ کے حکم تقرری پر دستخط، صدر جمہوریہ کی برطرفی، ملکی مصلحتوں کا مدنظر رکھنا، اسلامی اصولوں کی حدود میں مجرمین کی سزا میں کمی یا ان کو معاف کرنا، بنیادی آئین کے تکملے میں اس دفعہ میں معمولی تبدیلیاں کر دی گئی ہیں۔

میں خداوند ہادی سے نہایت عجز وانکساری کے ساتھ چاہتا ہوں کہ وہ ہم کو اور آپ کو اس عظیم (وخطیر) آزمائش میں سرخرو اپنے حضور میں قبول کرلے اور نجات دے اور یہ خطرہ اسلامی جمہوریہ کے جمہوری سربراہوں اور اعلیٰ وادنیٰ ذمہ داروں اور حکومتوں کیلئے ان کے منصب کے اعتبار سے ہر دور میں پایا جاتا رہے گا، لہذا انہیں چاہیے کہ خداوند عالم کو حاضر و ناظر اور اپنے آپ کو ہمہ وقت اس کے حضور میں تصور کریں۔ خداوند عالم ان سب کی مشکلات کو برطرف فرمائے۔

ح۔ اہم ترین امور میں مسئلہ قضاوت ہے جس کا تعلق لوگوں کی جان ومال اور ناموس سے ہے۔ قائد اور قیادتی کونسل کیلئے میری وصیت یہ ہے کہ عدلیہ کے اعلیٰ ترین عہدیدار کے تعین میں جو ان کی ذمہ داری ہے کوشش کریں کہ تجربہ کار، پابند عہد اور شرعی واسلامی، نیز سیاسی امور میں صاحب نظر افراد میں سے ہوں، میں اعلیٰ عدالتی کونسل ۱ سے چاہتا ہوں کہ فیصلوں کے کام کو جو سابق نظام حکومت میں افسوسناک اور غم انگیز رخ اختیار کر چکے تھے، سنجیدگی کے ساتھ نظم وضبط عطا کریں اور ان لوگوں کو جو لوگوں کی جان ومال سے کھیلتے ہیں اور جو چیز کہ ان کے نزدیک اہمیت نہیں رکھتی اسلامی انصاف ہے، اس اہم عہدے سے ہٹا دیں اور (بھرپور) محنت وکوشش اور سنجیدگی کے ساتھ تدریجی طور پر عدلیہ ۲ میں تبدیل

۱۔ اعلیٰ عدالتی کونسل، یہ کونسل جو اسلامی جمہوریہ ایران کی عدلیہ کا سب سے بڑا عہدہ تھا، بنیادی آئین میں تکملے کے اضافے کے ساتھ حذف کر دیا گیا اور عدلیہ کا اعلیٰ ترین عہدہ ایک شخص کے ذمے کر دیا گیا۔

۲۔ عدلیہ، بنیادی آئین کے مطابق تمام عدالتوں کو ایک سرکاری مقتدر (اتھارٹی) کی پیروی کرنی چاہیے اور وہ عدلیہ ہے۔ یہ ادارہ عدلیہ کے اعلیٰ عہدیدار کی نگرانی میں کام کرتا ہے۔ اسلامی جمہوریہ ایران کے نظام میں وزیر عدلیہ کا فرض دوسرے وزیروں سے مختلف ہے، دوسرے وزارت خانوں میں وزارت خانے کی تمام سرگرمیوں کا ذمہ دار وزیر ہوتا ہے لیکن عدلیہ میں اس کا وزیر عدالتوں سے متعلق عدالتی امور اور فیصلے سنانے میں کوئی ذمہ داری نہیں رکھتا اور اس کا اہم کام عدلیہ اور کابینہ، نیز وزارت خانوں اور مجلس شورائے اسلامی کے درمیان ضروری ارتباط برقرار کرتا ہے۔

لائیں اور شرائط پر پورے اترنے والے قضات (ججوں) کو جن کی تعلیم و تربیت دینی مدارس اور خاص کر قم کے مبارک دینی مرکز میں فرض شناسی کے ساتھ ہوئی ہے اور ان کو متعارف کرایا جاتا ہے، ان قضات کی جگہ مقرر کیا جائے جن میں اسلامی شرائط نہیں ہیں۔ اس طرح انشاءاللہ بہت جلد پورے ملک میں اسلامی انصاف جاری ہو جائے گا۔

عصر حاضر اور آئندہ ادوار کے محترم قضات کیلئے میری وصیت یہ ہے کہ ان احادیث کو مدنظر رکھیں جو انصاف کی اہمیت اور قضاوت کے عظیم خطرے کے بارے میں معصومین علیہم السلام سے منقول ہیں اور ان روایات کو بھی مدنظر رکھیں جو ناحق فیصلوں کے بارے میں آئی ہیں پھر اس (عظیم و) خطیر کام کی ذمہ داری قبول کریں اور اس کا موقع نہ دیں کہ یہ منصب نا اہل کے حوالے کیا جائے اور وہ لوگ جو اس کام کی اہلیت رکھتے ہیں، اس عہدے کو قبول کرنے سے انکار نہ کریں اور نا اہل لوگوں کو موقع نہ دیں اور جان لیں کہ اس عہدے کا خطرہ عظیم ہے اور اس کا اجر و ثواب بھی عظیم ہے اور آپ جانتے ہیں کہ قاضی کے عہدے کو قبول کرنا اس کی اہلیت رکھنے والے کیلئے واجب کفائی[۱] ہے۔

ط۔ مقدس حوزہ ہائے علمیہ (دینی تعلیمی مراکز) کیلئے میری وصیت یہ ہے کہ میں نے بارہا عرض کیا ہے کہ اس زمانے میں جبکہ اسلام اور اسلامی جمہوریہ (ایران) کے مخالفوں نے اسلام کو ختم کرنے پر کمر ہمت باندھ رکھی ہے اور وہ شیطانی مقصد کیلئے ہر ممکن طریقے سے کوشش کر رہے ہیں ان کا ایک منحوس اور

۱۔ واجب کفائی، وہ واجب ہے جس کی انجام دہی کیلئے شارع مقدس نے مسلمانوں کے اجتماع سے درخواست کی ہو اور اگر کسی ایک شخص یا کچھ لوگوں نے اس کو انجام دے دیا تو وہ عمل دوسرے لوگوں سے ساقط ہو جاتا ہے، جیسے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور ڈوبنے والے کو نجات دلانا۔ واجب کفائی کے مقابلہ میں، واجب عینی ہے یعنی جس کا ادا کرنا ہر مسلمان فرد کیلئے ضروری ہے۔ مانند نماز و روزہ کی ادائیگی۔

اہم مقصد اسلام، نیز اسلامی مراکز کیلئے ایک خطرناک طریقہ دینی تعلیمی مراکز میں منحرف اور تخریب کار افراد کو داخل کرنا ہے۔ اس کا قلیل المدت میں، بڑا خطرہ ان مراکز کو ناشائستہ اعمال اور انحرافی اخلاق اور روش کے ذریعے بدنام کرنا ہے اور اس کا طویل المدت میں، بہت ہی عظیم خطرہ ایک یا چند فریبی افراد کا اعلیٰ عہدوں پر پہنچنا ہے جن کا اسلامی علوم کی واقفیت کے ساتھ پاکدل لوگوں کے طبقے اور عوام کے درمیان اپنے آپ کو (دروغ بافی کے ساتھ) جگہ دینا ان کے دل میں اپنے لئے جگہ پیدا کرنا اور اسلامی مراکز، اسلام عزیز اور ملک پر مناسب موقع پر مہلک زہریلے وار کرنا ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ سامراجی لٹیرے مختلف معاشروں میں قوم پرستوں اور بظاہر روشن خیالوں سے نام نہاد ملاؤں تک کو پروان چڑھاتے ہیں کہ انہیں موقع مل جائے تو سب سے زیادہ خطرناک اور نقصان دہ ہیں اور بعض اوقات یہ لوگ تیس چالیس سال تک اسلامی روش، ظاہری تقدس یا پان ایرانزم[1] اور وطن پرستی، نیز دیگر حیلوں کے ذریعے صبر و بردباری کے ساتھ عوام کے درمیان زندگی گزارتے ہیں اور مناسب موقع پر اپنے مشن کو انجام دیتے ہیں۔

ہماری عزیز قوم نے انقلاب کی کامیابی کے بعد کی اس مختصر مدت میں مجاہدین خلق[2] فدائی

۱۔ پان ایرانزم، ''پان'' ایک انگریزی سابقہ ہے جس کے مختلف معانی اور مفاہیم ہیں۔ اس کا ایک مفہوم جو ''پان ایرانزم'' کی اصطلاح کے ترجمے سے مناسبت رکھتا ہے: ''کل، سب پر مشتمل اور عام اتحاد کا طرفدار'' ہے۔ اس وضاحت کے ساتھ ''پان ایرانزم'' یعنی ''تمام ایرانیوں کے اتحاد کی طرفداری'' ہے جو ایک قومی تحریک ہے۔ اس تحریک میں موجودہ انسانی، اعتقادات کو نہیں، بلکہ قومی، نسلی اور قبائلی مسائل کو بنیاد قرار دیا جاتا ہے۔

۲۔ مجاہدین خلق، مفہوم کے لحاظ سے ''لوگوں کیلئے سعی و کوشش کرنے والے'' یا ''لوگوں کے حق میں لڑنے والے'' ہے۔ لیکن در حقیقت اور ملت ایران کی سیاسی تاریخ میں ''مجاہدین خلق'' ایک چھاپہ مار گروہ کا نام ہے جو ۱۳۴۴ ہجری -->

خلق! اور تودہ پارٹیوں جیسی مثالیں دیکھی ہیں، ضروری ہے کہ سب لوگ ہوشیاری کے ساتھ اس قسم کی

ہے۔ کشمکش میں شاہ سے مقابلے کیلئے قائم ہوا۔ اس تنظیم نے اس کے لیڈروں کی مکتب اسلام کے ہمہ جانبہ اصولوں اور تعلیمات سے عدم واقفیت کی وجہ سے التقاطی آئیڈیالوجی کا انتخاب کیا اور یہ اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد ایک مختصر سی مدت میں انقلاب اور اس کی قوتوں کے مقابلے میں قرار پائی اور اس نے لوگوں کے بے خدمت گزاروں، پابند عہد علماء، ہمدرد افراد اور بہترین جوانوں کی ایک بھاری تعداد کو شہید کر دیا۔ اس نے پورے ملک میں دسیوں مکانوں اور بے گناہ لوگوں سے بھری بسوں کو بم دھماکوں سے آگ لگا کر خون کی ندی بہا دی۔ یہ گروہ جس نے ایران کے اسلامی جمہوریہ نظام کا تختہ الٹنے کی کسی بھی کوشش سے دریغ نہیں کیا، کچھ مرحلوں کے طے ہونے کے بعد انقلابی قوتوں کے ذریعے کچل دیا گیا اور ان میں سے کچھ لوگ ملک سے بھاگ گئے۔ وہ لوگ جو کہ کبھی خود کو امپریلسٹ دشمن بتاتے تھے اور اپنی ماہیت کے فاش ہونے سے خائف تھے، آج امپریلسٹوں کے دامن میں اپنی شرمناک زندگی کے آخری ایام نہایت بے عزتی کے ساتھ گزار رہے ہیں۔ مجاہدین خلق نامی دہشت گرد گروہ عوام میں "منافقین" کے نام سے مشہور ہے جو ان کی پلید باطنی خصلت کی نشاندہی کرتا ہے۔

۱۔ فدائی خلق، ایران کے مشہور چھاپہ مار اور مارکسسٹ گروہوں میں سے تھے کہ جنہوں نے اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد اس انقلاب کے خلاف اپنی دہشت گردانہ اور سیاسی کارروائیوں کا آغاز کر دیا۔ اس گروہ کا سابقہ ۱۹۶۶ء سے تعلق رکھتا ہے جب مارکسسٹ طالب علموں کے ایک گروہ نے تدریجی طور پر آرتھوڈکس مارکسزم کے مواقف سے پشیمان ہو کر ماؤ ازم کے مواقف کی طرف رجحان حاصل کیا۔ حکومت شاہ کے اہلکاروں کے خلاف اس گروہ کی دہشت گردانہ کارروائیوں کے باوجود اس گروہ کا سماجی اڈہ، لائنگ اور بائیں بازو کی طرف رجحان رکھنے والے یونیورسٹی کے طالب علموں کی حد تک ہی محدود رہا اور اسے عوام کے درمیان مقبولیت حاصل کرنے میں کامیابی حاصل نہ کی۔ یہ لوگ ایران میں فوری طور پر سوشلسٹ نظام کی برقراری کے خواہاں تھے، لیکن آئیڈیالوجک اور سیاسی بحران نے تدریجی طور پر اس کو مختلف شعبوں میں بانٹ دیا۔ مارکسزم اور سوویت یونین کے عالمی بحران نے ان عناصر پر گہرا اثر چھوڑا جس کے باعث سیاسی طور پر وہ کمزور ہو گیا۔

۲۔ تودہ پارٹی، ایران کی قدیمی اور معروف ترین مارکسسٹ لیننسٹ پارٹی ہے جو ۱۹۲۰ء میں قائم ہوئی اور -->

سازش کو ناکام بنائیں اور اس سے زیادہ ضروری دینی تعلیمی مراکز ہیں جن کو منظم اور پاک وصاف کرنے کا کام مراجع وقت کی تائید کے ساتھ محترم مدرسین اور تجربہ کار فضلا کے ذمہ ہے۔

شاید یہ نظریہ کہ نظم بے نظمی میں ہے، انہی منصوبہ بندی اور سازش کرنے والوں کی منحوس تلقین کی کرشمہ سازی ہے۔ بہرصورت میری وصیت یہ ہے کہ ہر زمانے میں خصوصاً عصر حاضر میں جبکہ منصوبوں اور سازشوں میں سرعت وقوت پیدا ہوگئی ہے (دینی تعلیمی) مراکز کو نظم وضبط عطا کرنے کیلئے اہتمام کرنا ضروری ہے۔ عظیم الشان علما، فضلا اور مدرسین وقت صرف کر کے اور صحیح پروگرام کے تحت (دینی تعلیمی)

ے۔ ۱۹۴۲ء میں تودہ پارٹی کے نام سے اپنی کارروائی کا آغاز کیا۔ اس پارٹی نے اپنی سیاسی سرگرمی کے دوران روس کی جاسوسی تنظیم سے براہ راست رابطہ قائم کر کے ایسے مواقف اتخاذ کئے جن کے سبب ایرانی معاشرے میں "وطن فروش" کے نام سے مشہور ہوگئی۔ ان مواقف میں سب سے اہم موقف یہ تھا کہ اس پارٹی نے ایران کے آذربائیجان اور کردستان صوبوں کی سرخ فوج کے ذریعے تقسیم اور شمالی ایران کے تیل کے امتیاز کو حکومت روس کے حوالے کرنے کے متعلق بھرپور حمایت کی۔

۱۹ اگست ۱۹۵۳ء کی بغاوت کے بعد اور محمد رضا شاہ کی سلطنت کے دوام کے دوران ایران کے اندر تودہ پارٹی کی سرگرمیاں رک گئیں۔ ۱۹۷۹ء تک یعنی ایران میں اسلامی انقلاب کی کامیابی تک تودہ پارٹی کی مرکزی کمیٹی کے اراکین، مشرقی جرمنی کے لایپزیک شہر میں موجود تھے۔ اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد دوسری پارٹیوں اور گروہوں کی مانند اس پارٹی کیلئے بھی دوبارہ سرگرمی کے آغاز کیلئے زمین ہموار ہوگئی لیکن اس پارٹی کو اپنے الحادی عقیدے اور منافقانہ روش کے سبب برسوں کی کوششوں اور وسیع پروپیگنڈوں کے باوجود عوام کے درمیان مقام حاصل کرنے میں کامیابی نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ ۱۹۸۳ء میں اس پارٹی کے روس کی جاسوسی خفیہ تنظیم (کے جی بی) اور فوجی اطلاعات کے ادارے (جی آر یو) کے ساتھ رابطے کے انکشاف کے بعد اس کی مرکزی کمیٹی کے سربراہوں کو گرفتار کر کے اس کے خفیہ گینگ کو تباہ کر دیا گیا۔

مراکز ۱ اور خصوصاً قم کے دینی تعلیمی مرکز ۲ اور دوسرے بڑے اور اہم مراکز کو اس نازک وقت میں

۱۔ دینی تعلیمی مراکز، یعنی حوزۂ علمیہ اسلامی علوم اور آگہی کے حاصل کرنے اور عمل، اخلاص اور زہد کے ہمراہ اسلامی ثقافت سے آشنائی کی جگہ ہے اور اس کا نظام دینی ذمہ داری کے احساس پر استوار ہے۔ رسول اللہ ؐ کے زمانے میں اسلام کے تعلیمی مراکز میں پیچیدگی نہیں تھی لیکن مرور ایام کے ساتھ اسلامی معاشرے کی وسعت اور مشکلات نے ایسے حالات پیدا کئے کہ اسلامی احکامات تک رسائی اور آیات وروایات سے صحیح حکم کے استخراج اور سب سے زیادہ اہم دینی علوم کے تحفظ اور ان کی اشاعت کیلئے نئے ذرائع اور خاص انتظامات کی ضرورت پڑی۔ لہذا وہ مرکز جو بعد میں مدرسہ اور حوزہ علمیہ کے نام سے وجود میں آیا اس میں تحقیق ومطالعے، تعلیم وتعلم، کتب وکتب خانہ، نیز اسلام سے آشنائی اور اس کے بارے میں تحقیق کے تمام ذرائع جمع ہوئے۔

رسول اللہ ﷺ کے زمانے سے اب تک کے عظیم تعلیمی اور دینی مراکز یہ ہیں:

حوزہ علمیہ رسول اکرم ؐ، حوزہ علمیہ امیر المومنین ؑ، حوزہ علمیہ امام حسن وامام حسین علیہما السلام، حوزہ علمیہ امام محمد باقر ؑ، حوزہ علمیہ امام صادق ؑ، حوزہ علمیہ امام کاظم ؑ، نیز، حوزہ علمیہ نجف اشرف، حوزہ علمیہ قم۔

۲۔ قم کا دینی تعلیمی مرکز: قم، ایران کے شیعہ آبادی کے قدیمی ترین شہروں میں سے ہے اور ائمہ معصومین ؑ کے زمانے سے مکتب تشیع کا ایک زبردست اور پائیدار مرکز رہا ہے۔ قم میں علمی تحریک کا آغاز معروف عالم دین عبداللہ بن سعد اشعری کے ذریعے ہوا اور یہ تحریک چوتھی صدی اور پانچویں صدی ہجری کے اوائل میں اپنے عروج پر پہنچ گئی۔ اس طرح قم میں تشیع اور جعفری ثقافت کی موجودگی شیعوں کے آٹھویں امام ؑ کی ہمشیرہ حضرت فاطمہ معصومہ سلام اللہ علیہا کی آمد کے پہلے سے تعلق رکھتی ہے۔ اس عظیم خاتون کی رحلت کے بعد ان کا مزار مبارک ایک ایسی شمع بن گیا جس نے اہل بیت ؑ کے تمام عاشقوں کو اپنی طرف کھینچا اور قم کو زیادہ علمی مرکزیت حاصل ہوگئی۔ قم کا دینی تعلیمی مرکز نشیب وفراز سے گزرا ہے اور اس کے آخری نشیب میں جو مشہور محقق ؒ اور میرزا قمی ؒ کے عہد کے بعد وجود میں آیا۔ قم کمزور ہو گیا اور مدرسہ فیضیہ اور مدرسہ دار الشفاء ویرانے میں بدل گئے، وہاں پر فقیروں اور دیوانوں کی آمد ورفت ہونے لگی اور نہایت افسوسناک صورت میں قم کا دینی تعلیمی مرکز تعطل کا شکار ہو گیا تھا یہاں تک کہ آیت اللہ حائری یزدی ؒ کے قم آنے کے بعد نہ صرف یہ کہ حوزہ -->

نقصان سے محفوظ رکھیں۔

ضروری ہے کہ علما و مدرسین محترم، فقہ و اصول اور فقاہت سے متعلق درس میں اپنے بزرگ علما کے طرز تدریس کو ترک نہ کریں گے، کیونکہ یہی اسلامی فقہ کو محفوظ رکھنے کا واحد راستہ ہے۔ کوشش کریں کہ ہر روز غور و فکر، بحث و مباحثہ اور جدت و تحقیق میں اضافہ کریں اور روایتی فقہ جو سلف صالح[۱] کی میراث ہے، اس سے انحراف نہ کریں، کیونکہ اس سے تحقیق و تدقیق کی بنیادیں کمزور پڑ جائیں گی، بلکہ ان ہی بنیادوں کو محفوظ رکھیں اور اس پر تحقیقات کا اضافہ فرمائیں۔ البتہ علوم کے دیگر شعبوں میں ملک اور اسلام کی ضروریات کے مطابق پروگرام تیار کرتے رہیں اور اس شعبے میں شخصیتوں کی تربیت ہونی چاہیے اور اعلیٰ ترین علوم جن کی عام طور پر تعلیم ہونی چاہیے اور جن کو سیکھنا چاہیے اسلام کے معنوی علوم مثلاً علم الاخلاق، تہذیب نفس اور عرفان[۲] ہیں۔ خدا ہمیں اور آپ کو اس سے نوازے۔ درحقیقت یہی جہاد

<۔ علمیہ کو ایک نئی زندگی ملی، بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ ایک ایسا مرکز قائم ہوا کہ آج عالم تشیع کے ایک عظیم ترین اور فعال ترین دینی تعلیمی مرکز کی حیثیت سے تحصیل، تدریس، تالیف، تحقیق اور کتب تشیع کی مالا مال ثقافت کی تبلیغ اور اشاعت میں مشغول ہے اور عظیم فکری، علمی اور تبلیغی تحریکوں کا مرکز بن گیا ہے۔

۱۔ سلف صالح، ائمہ اطہارؑ کے زمانے سے اب تک مذہب تشیع نے اپنے دامن میں بہت سے عظیم فقہا کی پرورش کی ہے اور ان کی بے شمار فقہی کتب اور بہت سے عظیم منابع تحقیق موجود ہیں۔ سلف صالح سے مراد گزشتہ بڑے امامیہ فقہا ہیں جو کہ اسلامی احکام کو بڑے ہی دقیق طور پر اس کے منابع اور ذرائع سے استنباط کرتے اور تالیف و تدریس کیا کرتے، نیز خود بھی ان پر عمل کیا کرتے تھے۔

۲۔ عرفان، ایک علمی اور ثقافتی ادارے کی حیثیت سے دو شعبوں پر مشتمل ہے۔ نظریاتی عرفان اور عملی عرفان۔ عملی عرفان کو سیر و سلوک کا علم بھی کہا گیا ہے۔ سیر و سلوک کے علم میں اس بات کی وضاحت کی جاتی ہے کہ سالک (وادی عرفان کے مبتدی) کو انسانیت کی اعلیٰ چوٹی یعنی "توحید" تک پہنچنے کیلئے کہاں سے شروع کرنا چاہیے۔ بالترتیب کن منازل -->

اکبر اہے۔

ی۔ جن امور کی نگرانی، اصلاح اور ان میں بہتری لانا ضروری ہے، ان میں سے ایک انتظامیہ بھی ہے۔ کبھی یہ بھی ممکن ہے کہ مجلس شورائے اسلامی معاشرے کیلئے مفید اور ترقی یافتہ قوانین پاس کرے، نگہبان کونسل ان کی تائید کردے اور ذمہ دار وزیر بھی انہیں نافذ کرنے کا اعلان کردے مگر وہ قوانین غیر صالح افراد کے ہاتھ میں پہنچ کر ان کے ذریعے مسخ کردیئے جائیں اور (دفتری) کاغذ بازی یا پیچ وخم کے ذریعے جس کے وہ عادی ہو چکے ہیں یا دانستہ لوگوں میں خلفشار پیدا کرنے کیلئے خلاف قانون کام کریں، جو دھیرے دھیرے بڑے فتنے کا پیش خیمہ بن جائے، دور حاضر اور مستقبل کے ذمہ دار وزیروں سے میری وصیت یہ ہے کہ آپ اور وزارت خانوں کے دیگر ملازمین اس بات کے علاوہ کہ وہ بجٹ جس سے روزی حاصل کرتے ہیں، ملت کا مال ہے۔ آپ سب کو ملت بالخصوص مستضعفین کا خدمت گزار ہونا چاہیے۔

ح۔ اور مراحل کو طے کرنا چاہیے اور راستے میں اس کو کن حالات کا سامنا ہوتا ہے اور اس پر کیا گزرتی ہے۔ البتہ ان تمام منازل اور مراحل کو ایک ایسے کامل اور پختہ انسان کی نگرانی میں طے کرنا چاہیے جو اس راہ سے پہلے گزر چکا ہو اور منزلوں کی راہ ورسم سے واقف ہو۔ وہ توحید جو ایک عارف کے نکتہ نگاہ سے انسانیت کی بلند چوٹی شمار ہوتی ہے اور عارف کے سیر وسلوک کی آخری منزل ہے۔ عام لوگوں کی توحید اور حتی فلسفیوں کی توحید سے مختلف ہے۔ عارف کی توحید یعنی سلوک کے ذریعے اس مرحلے پر پہنچنا جہاں خدا کے سوا کچھ نظر نہ آئے۔

ا۔ جہاد اکبر، مکتب اسلام کی اہم بحثوں میں سے ایک جہاد اور جدوجہد کی بحث ہے۔ مجاہد کیلئے بیان ہونے والی فضیلتیں بہت زیادہ اور قابل توجہ ہیں۔ مجاہد کا اخروی اجر بھی دوسروں سے زیادہ ہے لیکن تمام مجاہدتوں میں سب سے زیادہ اہم اور قابل قدر جہاد نفس (انانیت کشی) ہے جس کو "جہاد اکبر" کہتے ہیں۔ نفس کا جہاد انسان کے باطن میں اعلیٰ اقدار وجود میں لاتا ہے۔ نفس کا جہاد تمام دیگر جہادوں کی بنیاد ہے اور ختم ہونے والی چیز نہیں ہے۔ اس جہاد کو ساری زندگی جاری رہنا چاہیے، کیونکہ نفسانی خواہشات ہر جگہ انسان کی تاک میں لگی ہوئی ہیں۔

عوام کیلئے مشکل پیدا کرنا اور فریضے کے خلاف عمل کرنا حرام ہے اور خدانخواستہ کبھی یہ غضب الٰہی کا سبب بنتا ہے۔ آپ ملت کی حمایت کے محتاج ہیں۔ عوام بالخصوص محروم طبقات کی حمایت سے ہی یہ کامیابی حاصل ہوئی اور ملک نیز اس کے ذخائر کو ظالم شاہی تسلط سے نجات ملی۔ اگر کسی دن آپ ان کی حمایت سے محروم ہو گئے تو آپ کو ہٹا دیا جائے گا اور آپ کی جگہ پر ظالم شاہی حکومت جیسے ستمگر قبضہ کرلیں گے۔ لہذا اس واضح حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے عوام کا اعتماد حاصل کرنے کی کوشش کریں اور غیر اسلامی وغیر اسلامی سلوک سے پرہیز کریں۔

اسی جذبے کے ساتھ ملک کے تمام وزرائے داخلہ سے جو مستقبل میں منتخب کئے جائیں گے میری یہی وصیت ہے کہ گورنروں کے انتخاب میں پوری توجہ اور دقت نظر سے کام لیں، لائق، متدین، پابند عہد، عاقل اور عوام سے ہم آہنگ لوگوں کا تقرر کریں تاکہ ملک میں پوری طرح امن و امان قائم رہے۔

معلوم ہونا چاہیے چاہیے کہ اگرچہ نظم و نسق اور ملک کو اسلامی بنانے کی ذمہ داری تمام وزارتخانوں کے وزیروں پر عائد ہوتی ہے مگر ان میں سے بعض شعبے مثلاً وزارت خارجہ کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ وزارت خارجہ ہی بیرونی ممالک میں سفارتخانوں کی ذمہ دار ہے۔

میں نے (انقلاب کی) کامیابی کے آغاز سے ہی وزرائے خارجہ کو سفارتخانوں کے طاغوتی رنگ سے خبردار کیا اور انہیں اسلامی جمہوریہ کے شایان شان سفارتخانوں میں تبدیل کرنے کی نصیحت کی ہے، مگر ان میں سے بعض یا مثبت کام نہ کرسکے یا انہوں نے کرنا نہیں چاہا اب جبکہ کامیابی کو تین سال ہو رہے ہیں، اگرچہ موجودہ وزیر خارجہ نے اس سلسلے میں اقدام کیا ہے اور امید ہے کہ لگاتار محنت اور وقت صرف کرکے یہ اہم کام انجام دیا جاتا رہے گا۔

عصر حاضر اور مستقبل کے وزرائے خارجہ سے میری وصیت یہ ہے کہ ان کی ذمہ داریاں سنگین ہیں،

منجملہ وزارت خارجہ اور سفارتخانوں میں اصلاح و بہتری کی کوشش کرنا، خارجہ سیاست[1] اور ملک کے مفادات اور خودمختاری کا تحفظ کرنا، ان ملکوں کے ساتھ اچھے روابط استوار کرنا جو ہمارے ملکی امور میں مداخلت کا ارادہ نہیں رکھتے اور ہر اس کام سے سختی سے پرہیز کریں جس میں کسی بھی پہلو سے سامراجی وابستگی کا شائبہ ہو۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ بعض امور میں وابستگی اگرچہ ممکن ہے بظاہر پرفریب ہو یا فوری کسی فائدے کا باعث ہو، لیکن درحقیقت وہ ملک کی بنیاد کو کھوکھلا کردے گی۔

آپ کو اسلامی ملکوں کے ساتھ روابط بہتر بنانے، حکام کو بیدار کرنے اور اتحاد و وحدت کی دعوت دینے کی کوشش میں رہنا چاہیے، خدا آپ کے ساتھ ہے۔

اسلامی ممالک کے عوام سے میری وصیت ہے کہ اس بات کے منتظر نہ رہیں کہ اسلام اور اسلامی احکام کے نفاذ کیلئے کوئی باہر سے آکر آپ کی مدد کرے گا۔ آپ کو اس حیات بخش نظام کیلئے جو ہمیں آزادی و خودمختاری دلاتا ہے، خود اٹھنا چاہیے۔ اسلامی ملکوں کے علمائے اعلام اور خطبائے کرام، اسلامی

۱۔ خارجہ سیاست، اسلامی جمہوریہ ایران کی خارجہ سیاست ہر قسم کے تسلط کو قبول کرنے اور ہر قسم کا تسلط جمانے کی نفی، ہمہ جانبہ خودمختاری اور ارضی سالمیت کے تحفظ، تمام مسلمانوں کے حقوق کے دفاع، تسلط پسند طاقتوں سے عدم وابستگی اور جنگ نہ کرنے والی حکومتوں کے ساتھ صلح آمیز تعلقات پر استوار ہے۔ (بنیادی آئین کی دفعہ ۱۵۲)

ہر وہ معاہدہ جو قدرتی اور اقتصادی ذرائع، ثقافت، فوج اور ملک کے دیگر شعبوں پر غیر کے تسلط کا سبب بنے ممنوع ہے۔ (بنیادی آئین کی دفعہ ۱۵۳)

اسلامی جمہوریہ ایران تمام انسانی معاشرے میں انسانی سعادت کو اپنی آرزو سمجھتا ہے اور استقلال، آزادی اور حق و عدل کی حکومت کو دنیا کے تمام لوگوں کا حق مانتا ہے لہذا دیگر اقوام کے داخلی امور میں ہر قسم کی مداخلت سے اجتناب کے ساتھ دنیا کے ہر مقام پر سامراجیوں کے مقابلے میں مستضعف و محروم عوام کی حق پرستانہ جدوجہد کی حمایت کرتا ہے۔ (بنیادی آئین کی دفعہ ۱۵۴)

حکومتوں کو دعوت دیں کہ بیرونی طاقتوں سے خود کو آزاد کرائیں اور اپنی قوم سے مفاہمت کریں۔ اس صورت میں انہیں کامیابی نصیب ہوگی۔ ساتھ ہی ساتھ لوگوں کو اتحاد کی دعوت دیں، نسل پرستی ہے جو اسلامی احکام کے خلاف ہے، پرہیز کریں اور برادران ایمانی کی طرف، چاہے جس ملک اور جس نسل سے بھی تعلق رکھتے ہوں دست برادری بڑھائیں، کیونکہ اسلام عظیم نے انہیں بھائی کہا ہے۔ اگر عوام اور حکومتوں کی سعی، نیز خداوند عالم کی تائید سے کسی دن یہ ایمانی برادری قائم ہوگئی تو آپ دیکھیں گے کہ مسلمان دنیا کی عظیم ترین طاقت بن کر ابھریں گے۔ اگر پروردگار عالم کی مرضی رہی تو یہ برادری ومساوات قائم ہوجائے گی۔ تمام ادوار بالخصوص دور حاضر کی وزارت ارشاد سے جو مخصوص خصوصیت کی حامل ہے، میری وصیت یہ ہے کہ باطل کے مقابلے میں حق کی تبلیغ اور اسلامی جمہوریہ کے حقیقی خدوخال پیش کرنے کی کوشش کرے۔ اس وقت جبکہ ہم اپنے ملک سے سپر طاقتوں کے تسلط کا خاتمہ کر چکے ہیں، بڑی طاقتوں سے وابستہ ذرائع ابلاغ کے تشہیراتی حملوں کا نشانہ بنتے ہیں، کون سا جھوٹ اور تہمت ہے جو بڑی طاقتوں سے وابستہ قلمکار اور مقررین اس نوخیز جمہوریہ سے منسوب نہیں کرتے۔ افسوس کہ اسلامی خطے کی اکثر حکومتیں جنہیں حکم اسلام کے مطابق ہماری طرف دست اخوت بڑھانا چاہیے، ہماری اور اسلام کی دشمنی پر کمربستہ ہیں۔ سبھی نے عالمی لٹیروں کی خدمت کرتے ہوئے ہر طرف سے ہم پر حملہ کر رکھا ہے۔ ہمارے ذرائع ابلاغ بہت کمزور وناتواں ہیں اور آپ کو پتہ ہے کہ آج دنیا پروپیگنڈوں پر چلتی ہے اور بڑے افسوس کا مقام ہے کہ مغربی یا مشرقی بلاک سے وابستہ نام نہاد روشن خیال قلمکار جو اپنے ملک وقوم کی آزادی وخودمختاری کی فکر کرنے کے بجائے، خود پسندی، موقع پرستی اور اجارہ داری کی رو میں بہہ رہے ہیں ایک لحہ کیلئے بھی ملک وملت کی مصلحتوں پر سوچنے کی فکر نہیں کرتے۔

گزشتہ ظالم حکومت سے اس جمہوریہ کی آزادی وخودمختاری کا موازنہ کریں۔ آرام طلبی وعیش پرستی

کھو کر جو قیمتی اور باعزت زندگی حاصل ہوئی ہے، اس کا ظالم شاہی حکومت کی فحاشی ومظالم سے موازنہ کریں۔ انسان اس قدر گر چکا تھا کہ اخلاقی بدعنوانی کی جڑ کی مداحی وثنا خوانی اور غلامی کرتا تھا، استعمار کا نوکر اور اسی کا ہو کر رہ گیا تھا۔ آج کی حکومت کا ان باتوں سے موازنہ کریں اور اس نوخیز اسلامی جمہوریہ پر ناروا الزامات لگانے سے ہاتھ روک لیں اور حکومت اور ملت کے ساتھ ایک صف میں آ کر اپنی زبان اور قلم کو طاغوتوں اور ستمگروں کے خلاف استعمال کریں۔

تبلیغ صرف وزارت ارشاد ہی کی ذمہ داری نہیں ہے، بلکہ تمام دانشوروں، مقررین، قلمکاروں اور فنکاروں کا فریضہ ہے۔ وزارت خارجہ کو کوشش کرنی چاہیے کہ سفارتخانے تبلیغی جرائد شائع کرتے رہیں اور دنیا والوں پر اسلام کا نورانی چہرہ آشکارا کریں۔ اگر اس کا وہ حسین وجمیل چہرہ، جس کے تمام پہلوؤں کی قرآن وسنت نے دعوت دی ہے، دوستوں کی کج فہمی اور مخالفین اسلام کے محاصرے سے باہر آ جائے تو اسلام عالم گیر ہو جائے گا اور اس کا پر افتخار پرچم ہر جگہ لہرا اٹھے گا۔ کتنی اندوہناک اور غم انگیز بات ہے کہ مسلمانوں کے پاس ایسی متاع ہے جو ابتدائے عالم سے اختتام (عالم) تک کوئی نظیر نہیں رکھتی لیکن نہ صرف یہ کہ اس گوہر گراں بہا کو جس کا ہر انسان اپنی آزاد فطرت[۱] کے تحت طالب ہے، پیش نہ کر سکے،

۱۔ فطرت، انبیاء کی تعلیمات کے مطابق تمام انسانوں کی تخلیق ایک مشترکہ سرشت اور جبلت پر ہوئی ہے جس کو "فطرت" کہتے ہیں۔ یہ مشترکہ فطرت اس بات کا سبب بنتی ہے کہ صحیح تربیت کی شکل میں تمام انسان یکجہتی اور ہم آہنگ رجحانات اور ضمیر کے حامل ہوں۔ دوسرے الفاظ میں اصل فطرت جس کو دینی معارف میں ام المعارف کے نام سے دیا کیا گیا ہے، اس حقیقت کو بیان کرتی ہے کہ تمام انسان، علم واقتدار پسندی، عشق وپرستش، حسن پرستی، خیر وفضیلت پسندی اور اعلیٰ انسانی عواطف مثلاً نوع دوستی اور ایثار کے حامل ہیں اور یہ تمام رجحانات اپنی جگہ پر کمال مطلق یعنی خدا کی جانب رجحان کا جلوہ ہیں۔

بلکہ خود بھی اس سے غافل اور ناواقف ہیں اور کبھی اس سے بھاگتے بھی ہیں۔

ک۔ بہت اہم اور سرنوشت ساز امور میں سے بچوں کے پرائمری اسکول سے لے کر یونیورسٹیوں تک تعلیمی مراکز کا مسئلہ ہے جس کی غیر معمولی اہمیت کی وجہ سے میں نے بارہا ذکر کیا ہے۔ اشارتاً تکرار کر رہا ہوں۔ دشمن کی غارتگری کا نشانہ بننے والی اس قوم کو معلوم ہونا چاہیے کہ حالیہ پچاس سال کے عرصے میں جس چیز سے ایران اور اسلام پر مہلک وار لگا ہے اس کے بڑے حصے کا تعلق یونیورسٹیوں سے ہے۔ اگر یونیورسٹیاں اور تعلیم وتربیت کے دیگر مراکز اسلامی اور قومی پروگراموں کے ساتھ ساتھ ملکی مفادات کی راہ میں بچوں، نوجوانوں کی تعلیم وتربیت اور تہذیب کا کام انجام دیتے رہتے تو ہمارا وطن برطانیہ اور اس کے بعد امریکہ اور روس کے چنگل میں نہ جاتا اور غارت زدہ ومحروم عوام پر تباہ کن معاہدے ہرگز مسلط نہ کئے جاتے۔ ایران میں غیر ملکی مشیروں کے قدم ہرگز نہ جمتے۔ ایران کے ذخائر اور اس ستم رسیدہ ملت کا کالا سونا یعنی تیل، شیطانی طاقتوں کی جیب میں ہرگز نہ جاتا اور پہلوی خاندان اور اس سے وابستہ افراد اس قوم کی دولت وثروت کو لوٹ نہ سکتے، نہ مظلوموں کی لاش پر ملک کے اندر اور باہر محل اور پارک بنوا سکتے اور نہ ہی ان مظلوموں کی کمائی سے غیر ملکی بینک بھرنے پاتے اور نہ ہی اسے اپنی، اپنے عزیزوں کی عیاشی اور نفس پرستی پر خرچ کرنے کا موقع ملتا۔

اگر پارلیمنٹ، حکومت، عدلیہ اور تمام ادارے اسلامی اور قومی یونیورسٹیوں سے سیراب ہوئے ہوتے تو آج ہماری قوم تباہ کن مشکلات میں مبتلا نہ ہوتی۔

اگر یونیورسٹیوں سے پاکدامن ہستیاں آج جیسی فکر کی نہیں جو کہ اسلام کے مقابلے میں خود کو ظاہر کرتی ہیں، بلکہ حقیقتاً اسلامی فکر اور صحیح معنوں میں قومی رجحان کے ساتھ مقننہ، عدلیہ اور انتظامیہ میں جاتیں تو آج ہمارے وطن کا نقشہ کچھ اور ہوتا۔ ہمارے مظلوم عوام قید محرومیت کی زنجیروں سے آزاد

ہوتے۔ شاہی ظلم وستم کی بساط الٹی ہوتی، فحاشی ومنشیات کے اڈے اور عشرت کدے ویران ہوتے۔ ان فحاشیوں نے عزیز اور فعال نوجوان نسل کو تباہ وبرباد کردیا۔ اگر یونیورسٹیاں اسلامی ہوتیں تو ملک تباہ وبرباد، نیز انسان کو فنا کرنے والی یہ میراث عوام تک نہ پہنچ پاتی۔ یونیورسٹیاں اگر اسلامی، انسانی اور قومی ہوتیں تو سیکڑوں، بلکہ ہزاروں مدرس سماج کے حوالے کرتیں۔ لیکن کتنی افسوسناک اور غم انگیز بات ہے کہ ہائر سیکنڈری اسکول اور یونیورسٹیاں ان لوگوں کے ہاتھ میں تھیں اور ہمارے عزیز ان لوگوں سے تعلیم وتربیت حاصل کرتے تھے جن میں چند مظلوم اور محروم افراد کو چھوڑ کر بھی مغرب پرستوں اور مشرق پرستوں کے آلہ کار تھے اور غیروں کے بتائے ہوئے پروگرام اور منصوبے کے تحت یونیورسٹیوں میں کرسی کے مالک تھے۔ لہذا مجبوراً ہمارے عزیز اور مظلوم نوجوان سپر طاقتوں کے زرخرید ان بھیڑیوں کے دامن میں پلتے بڑھتے اور جب قانون سازی، حکومت اور عدالت کی کرسیوں پر براجمان ہوتے تو ظالم پہلوی حکومت کے حکم کے مطابق عمل کرتے تھے۔ اب بحمد للہ تعالیٰ یونیورسٹی بیرونی مجرمین کے چنگل سے آزاد ہو چکی ہے اور ہر دور میں اسلامی جمہوریہ حکومت اور عوام کا فریضہ ہے کہ گمراہ مکاتب یا مشرقی ومغربی رجحان کے مالک فاسد عناصر کو اساتذہ کے تربیتی اداروں، یونیورسٹیوں اور تعلیم وتربیت کے دیگر مراکز میں نہ گھسنے دیں اور پہلے ہی مرحلے میں روک تھام کریں تاکہ مشکل پیش نہ آئے اور اختیار ہاتھ سے جاتا نہ رہے۔

اساتذہ کے تربیتی اداروں، ہائر سیکنڈری اسکولوں اور یونیورسٹیوں کے عزیز نوجوانوں سے میری وصیت یہ ہے کہ گمراہیوں کا قلع قمع کرنے کیلئے وہ خود بہادری کے ساتھ اٹھیں تاکہ خود ان کی اور ان کے ملک وقوم کی آزادی وخودمختاری محفوظ رہے۔

ل۔ مسلح افواج، فوج، پاسداران انقلاب، مضافاتی پولیس۱ اور شہری پولیس۲ سے لے کر انقلابی کمیٹیاں۳، رضا کار اور قبائلی افواج بھی مخصوص خصوصیت رکھتی ہیں۔

یہ اسلامی جمہوریہ کے طاقتور اور مضبوط بازو، سرحدوں، راستوں، شہروں اور دیہاتوں کے محافظ ہیں۔ یہ لوگ امن وامان کے پاسبان اور ملت کیلئے باعث اطمینان ہیں۔ ان پر ملت، حکومت اور پارلیمنٹ (مجلس شورائے اسلامی) کو خاص توجہ دینی چاہیے۔ اس بات پر توجہ رکھیں کہ ہر چیز اور ہر گروہ سے زیادہ جس چیز سے بڑی طاقتیں اپنی تخریبی پالیسیوں میں استفادہ کرتی ہیں وہ مسلح افواج ہیں۔ سیاسی چالبازیوں، فوجی بغاوتوں اور حکومتوں کی تبدیلیوں میں مسلح افواج ان کے ہاتھ کا کھلونا بنتی ہیں۔ مفاد پرست دھوکے باز ان کے بعض سربراہوں کو خریدتے ہیں اور ان کے ذریعے، نیز فریب خوردہ کمانڈروں کی سازشوں سے ممالک کو ہاتھ میں لیتے ہیں، مظلوم اقوام پر اپنا تسلط جماتے ہیں اور ملکوں کی آزادی وخودمختاری سلب کر لیتے ہیں۔ اگر ایماندار کمانڈروں کے ہاتھ میں فوج کی قیادت ہو تو ملک کے دشمنوں کیلئے فوجی بغاوت ممکن نہ ہوگی اور نہ ہی ملک میں ایسا کوئی سانحہ پیش آئے گا اور اگر پیش آ بھی جائے تو پابند عہد کمانڈر اسے ناکام بنادیں گے۔

۱۔ مضافاتی پولیس (ژاندارمری)، مسلح انتظامی قوتوں میں سے ایک ہے جو راستوں اور شہر کے باہر کے علاقوں کی سلامتی کے تحفظ کی ذمے دار ہے۔

۲۔ شہری پولیس، مسلح انتظامی قوتوں میں سے ہے جو شہروں کے اندر انتظامات اور سلامتی کی ذمے دار ہے۔

۳۔ انقلابی کمیٹیاں، اسلامی انقلاب کی کمیٹیاں مسلح انتظامی قوتوں میں سے ایک ہیں جو شہروں کے اندر بھی اور راستوں اور شہروں سے باہر کے علاقوں میں شہری پولیس اور مضافاتی پولیس کے بھائیوں کے ہمراہ ملک کے امن وامان کو محفوظ رکھنے میں مشغول ہیں۔ کمیٹیاں وہ اولین ادارے تھے جو انقلاب کی کامیابی کے بعد پورے ملک میں قائم ہوئے اور ان کے اراکین عوام تھے۔

ایران میں بھی عوام کے ہاتھوں اس دور کا جو معجزہ انجام پایا ہے اس میں پابند عہد مسلح افواج اور ایماندار، نیز وطن پرست کمانڈروں کا کردار بہت اہم ہے اور آج جبکہ امریکہ اور دوسری طاقتوں کے حکم اور مدد سے صدام تکریتی کے ذریعے مسلط کردہ لعنتی جنگ میں تقریباً دو سال بعد جارح بعثی فوج، اس کے طاقتور حامیوں اور ان کے زرخریدوں کو سیاسی اور فوجی شکست کا سامنا ہے تو یہ قابل فخر عظیم کارنامہ بھی محاذوں پر اور محاذ کی پشت پر عوام کی بے دریغ حمایت سے مسلح افواج، فوج، انتظامیہ، پاسداران انقلاب اور عوامی فوج نے انجام دیا اور ایران کو سربلند و سرافراز کیا اور ملک کے اندر شرانگیزیاں اور سازشیں جو مشرقی و مغربی پٹھوؤں نے اسلامی جمہوریہ کو ختم کرنے کیلئے تیار کی تھیں اسے بھی (انقلابی) کمیٹیوں، پاسداران انقلاب، عوامی رضا کار فوج اور پولیس کے جوانوں نے غیرتمند قوم کی مدد سے ناکام بنا دیا۔ یہی عزیز اور فداکار نوجوان راتوں کو بیدار رہتے ہیں تاکہ کنبے (کے افراد اپنے گھروں میں) آرام سے سوئیں۔ خدا ان کا ناصر اور مددگار رہے۔

لہذا عمر کے ان آخری لمحات میں مسلح افواج سے بالعموم میری برادرانہ وصیت یہ ہے کہ اے عزیزو! تم جو اسلام سے محبت کرتے ہو اور لقاء اللہ[1] کے عشق میں محاذوں پر اور پورے ملک میں عظیم فداکاری

---

[1]۔ لقاء اللہ، اس لقا اور رویت سے مراد علم کے یقینی ترین اور واضح ترین مراحل ہیں اور رویت سے تعبیر کرنا اس کی وضاحت اور قطعیت میں مبالغے کی خاطر ہے۔ خداوند عالم نے اپنے کلام قرآن میں ایک ایسے رویت کو ثابت کیا ہے جو آنکھوں اور حواس کے ذریعے رویت سے جدا اور درحقیقت ایک قسم کا درک اور شعور ہے جس کے ذریعے ہر چیز کی حقیقت اور ذات کا درک ہوتا ہے اور اس عمل میں آنکھ یا فکر کا کوئی استعمال نہیں ہوتا، خداوند عالم نے ایک ایسے شعور کو ثابت کیا ہے جس کے ذریعے انسان اپنے پروردگار کے وجود کو سمجھتا ہے اور اپنے پروردگار کو وجدان کے ذریعے بے پردہ درک کرتا ہے اور اگر وہ یہ کام نہ کرے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اپنے آپ میں مشغول ہو گیا ہے اور اپنے ارتکاب شدہ گناہوں کا شکار ہو گیا ہے۔

وجاں نثاری کا مظاہرہ کر رہے ہو، ہوشیار و بیدار رہو کہ سیاسی بازی گروں، مغرب پرست و مشرق پرست پیشہ ور سیاستدانوں، پس پردہ مجرموں کے خفیہ ہاتھوں اور ان کے جرم وخیانت کے تیز دھار اسلحوں کا رخ ہر گروہ سے زیادہ تم عزیزوں کی جانب ہے۔ تم ہی نے اپنی جانفشانی سے انقلاب کو کامیاب اور اسلام کو زندہ کیا۔ دشمن چاہتے ہیں کہ تم سے ہی فائدہ اٹھا کر اسلامی جمہوریہ کو اکھاڑ پھینکیں اور تم لوگوں کو اسلام، نیز قوم ووطن کی خدمت کے نام پر، اسلام اور ملت سے الگ کر کے دونوں خونخوار بلاکوں میں سے کسی ایک کے دامن میں پہنچادیں اور ظاہری قومیت واسلام نمائی اور اپنی سیاسی چالوں سے تمہاری زحمتوں اور فداکاریوں کو اکارت کر دینا چاہتے ہیں۔

مسلح افواج سے تاکید کے ساتھ میری وصیت ہے کہ پارٹیوں، جماعتوں اور گروہ بندیوں میں حصہ نہ لیتے ہوئے فوجی احکام پر عمل کریں اسی طرح مسلح افواج، انتظامیہ فورس، پاسداران انقلاب یا عوامی رضا کار فوج یا دیگر مسلح فورس کے افراد، ہرگز کسی بھی پارٹی اور جماعت میں شامل نہ ہوں اور خود کو سیاسی کھیل سے دور رکھیں۔ ساتھ ہی خود کو گروہی اختلافات سے محفوظ اور بچاتے رہیں تب ہی اپنی فوجی قوت کو باقی رہ سکتے ہیں۔ کمانڈروں پر لازم ہے کہ اپنے زیر کمان افراد کو پارٹیوں میں جانے سے روکیں اور چونکہ اس انقلاب کا تعلق پوری قوم سے ہے اس لیے اس کی حفاظت حکومت، ملت اور اعلیٰ دفاعی کونسل [1] پر واجب ہے۔

۱۔ اعلیٰ دفاعی کونسل، اسلامی جمہوریہ ایران کے بنیادی آئین کی دفعہ ۱۱۰ میں "اعلیٰ دفاعی کونسل کی تشکیل" کو قائد کے اختیارات میں ذکر کیا گیا ہے۔ یہ کونسل سات ممبران پر مشتمل ہے اور اس کے فرائض فوج اور سپاہ پاسداران کے مسائل سے تعلق رکھتے ہیں۔ بنیادی آئین پر نظر ثانی کے دوران اعلیٰ دفاعی کونسل "دفاعی کونسل" کے نام سے دفعہ ۱۷۶ میں مدغم ہوگئی ہے اور "قومی سلامتی کونسل" کی ایک شاخ بن گئی ہے۔

مجلس شورائے اسلامی کا شرعی اور وطنی فریضہ ہے کہ اگر مسلح افواج کے اعلیٰ رتبہ کمانڈر یا ان سے نیچے درجے کے افراد، اسلام اور ملک کی مصلحت کے خلاف کوئی کام کرنا چاہیں یا پارٹیوں میں شامل ہونا چاہیں تو ان کی مخالفت کریں، کیونکہ یہ عمل آپ کو تباہی کی طرف لے جائے گا یا سیاسی کھیل میں شامل ہونا چاہیں تو پہلے ہی مرحلے میں ان کی مخالفت کریں اور رہبر، نیز قیادتی کونسل کا فریضہ ہے کہ پوری قوت سے اس بات کو روکیں تاکہ ملک نقصان سے محفوظ رہے۔ میں اس خاکی زندگی کے اختتام میں مسلح افواج سے مشفقانہ وصیت کرتا ہوں کہ اسلام جو خود مختاری و حریت پسندی کا واحد مکتب ہے اور خداوند عالم اس کے نور ہدایت کے ذریعے سب کو اعلیٰ انسانی مرتبے کی دعوت دیتا ہے۔ اگر آپ آج اس کے وفادار ہیں تو اس وفاداری میں پائیداری کریں، کیونکہ یہ آپ کو اور آپ کے ملک و قوم کو ان طاقتوں کی وابستگی سے نجات دلاتا ہے جو آپ سب کو اپنا غلام بنانا چاہتی ہیں اور آپ کے عزیز عوام کو پسماندہ اور آپ کے ملک کو اشیائے صرف کی منڈی بنانا چاہتی ہیں ان کی خواہش ہے کہ آپ کو ہمیشہ اپنے ظلم و ستم میں جکڑے رہیں۔ آپ باعزت انسانی زندگی کو چاہے وہ مشکلات سے بھری کیوں نہ ہو غیروں کی غلامی پر جس میں ہر قسم کی حیوانی زندگی کی سہولتیں فراہم ہیں ترجیح دیں اور جان لیں کہ جب تک ترقی یافتہ صنعتی ضرورتوں میں آپ دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے رہیں گے اور ان کی غلامی سے نہیں نکلیں گے اس وقت تک آپ میں ایجادات و اختراعات اور پیش رفت کی قوت نہیں ابھرے گی۔

آپ نے اچھی طرح اور عملی طور پر دیکھا کہ اقتصادی ناکہ بندی کے بعد اس تھوڑے سے عرصے میں وہی لوگ جو ہر چیز بنانے سے خود کو عاجز سمجھتے تھے اور کارخانے چلانے سے انہیں مایوس کیا جا رہا تھا (وہ) اپنی فکر سے کام لے کر فوج، نیز کارخانوں کی بہت سی ضروریات کو رفع کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ جنگ، اقتصادی ناکہ بندی اور غیر ملکی ماہرین کا اخراج ایک الٰہی تحفہ تھا جس سے ہم غافل

تھے۔ آج اگر حکومت اور فوج عالمی لٹیروں کی مصنوعات کا بائیکاٹ کر کے ایجاد کی راہ میں کوشش کرے تو امید ہے کہ ملک خود کفیل ہو جائے گا اور دشمن کے آگے ہاتھ پھیلانے سے نجات مل جائے گی۔

یہاں اس بات کا اضافہ کر دوں کہ یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اس قدر مصنوعی پسماندگی کے بعد ہمیں بیرونی ملکوں کی بڑی صنعتوں کی ضرورت ہے۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم ترقی یافتہ علوم میں دونوں بلاکوں میں سے کسی ایک سے وابستہ ہو جائیں۔

حکومت اور فوج کو چاہیے کہ پابند عہد طالب علموں کو ان ممالک میں بھیجیں جو ترقی یافتہ بڑی صنعتوں کے مالک تو ہیں لیکن استعمار و استحصال کے خوگر نہیں ہیں اور امریکہ، روس یا ان دیگر ممالک میں جو ان دو بلاکوں کے راستے پر ہیں طالب علم بھیجنے سے پرہیز کریں الا یہ کہ انشاء اللہ ایک دن ایسا آ جائے کہ یہ دونوں طاقتیں اپنی غلطی کی طرف متوجہ ہوں اور انسانیت، انسان دوستی، نیز دوسروں کے حقوق کے احترام کا راستہ اختیار کر لیں یا انشاء اللہ مستضعفین عالم، بیدار قومیں اور پابند عہد مسلمین انہیں کیفر کردار تک پہنچا دیں۔ پھر کوئی مضائقہ نہیں، خدا کرے ایسا ہو۔

م: ریڈیو، ٹیلی ویژن، جرائد، سینما اور تھیٹر قوموں بالخصوص نوجوان نسل کو تباہ و برباد کرنے کا موثر ذریعہ ہیں۔ حالیہ سو سال بالخصوص اس کی آخری پانچ دہائیوں میں ان وسائل سے اسلام اور خدمتگار علما کے خلاف خوب پروپیگنڈے کیے گئے۔ مشرقی اور مغربی سامراجوں کے پروگراموں کو خوب اچھالا گیا۔ بڑی بڑی سازشیں تیار کی گئیں اور ان ذرائع سے ہر قسم کی تجملاتی اور آرائشی اشیا کے پرچار کرائے گئے۔ سامراجی عمارتوں، ان کی آرائش و زیبائش، ان کے کھانے پینے کے طور طریقے اور ان کے لباس کے انداز کو خوب رواج دیا گیا۔ چنانچہ زندگی کے تمام شعبوں میں اسے رچایا بسایا گیا۔ رفتار و گفتار، رہن سہن ہر چیز میں مغرب و مشرق کے طور طریقے کی تقلید کرائی گئی۔ یہی وجہ تھی کہ خوشحال اور متوسط طبقے کی خواتین

کے درمیان مغربیت، بڑے فخر کی بات تھی۔ اپنی عام بول چال اور تحریر میں مغربی الفاظ کے استعمال کی کثرت تھی۔ ان الفاظ کا سمجھنا اکثر لوگوں کیلئے ناممکن، بلکہ خود ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے والوں کیلئے بھی مشکل تھا۔

ٹیلی ویژن پر دکھائی جانے والی فلمیں مشرق یا مغرب کی پیداوار تھیں جنہوں نے نوجوان عورتوں اور مردوں کو زندگی کے عام راستے، کام کاج، صنعت و پیداوار اور علم و دانش سے ہٹا کر ان کے اندر اپنی ذات اور شخصیت سے بیگانگی اور اپنی نیز اپنے ملک کی ہر چیز ادب و ثقافت حتیٰ گرانقدر علمی و ثقافتی تخلیقات سے بھی بدظن بنا دیا تھا۔ ہمارے ان گرانقدر آثار میں سے کچھ مفاد پرست خائنوں کے ذریعے مشرق و مغرب کے میوزیم اور کتب خانوں میں پہنچ چکے ہیں۔ اسی طرح جرائد کی حالت افسوسناک تھی، وہ اخلاق سے گرے مقالات اور گندی تصویروں سے بھرے تھے، نیز اخبارات اپنی ثقافت کے خلاف اور اسلام کی مخالفت میں مضامین شائع کر کے فخر کے ساتھ عوام خصوصاً موثر نوجوان طبقے میں تقسیم کرتے اور اس طرح انہیں مغرب یا مشرق کا دلدادہ بناتے تھے۔ ان جرائد میں اخلاقی بدعنوانی کے اڈوں، عیش و نشاط کی جگہوں، قمار خانوں اور لاٹری کے مراکز، لگژری (Luxury) کی اشیاء، آرائش کے سامان، کھیل کود کے وسائل کی دکانوں، شراب خانوں بالخصوص مغرب سے وارد کی جانے والی اشیا کی وسیع پیمانے پر ترویج کی جاتی اور پٹرول، گیس، نیز دیگر زیر زمینی ذخائر کی برآمد کے بدلے میں گڑیاں، کھیل کود کے سامان اور آرائشی اشیا اور اسی قسم کی سیکڑوں چیزیں درآمد کی جاتی تھیں جن سے ہم جیسے لوگ بے خبر ہیں۔

اگر خدانخواستہ یہ تباہ کن اور پٹھو پہلوی حکومت باقی رہتی تو ہمارے بلند اقبال جوان جو اسلام و وطن کے مستقبل کا سرمایہ ہیں، جن سے ملت کی امیدیں وابستہ ہیں، فاسد حکومت، اس کے ذرائع ابلاغ اور

مشرق پرست ومغرب پرست روشن خیالوں کے شیطانی منصوبوں اور سازشوں کے ذریعے ملت اور اسلام کے دامن سے نکل گئے تھے۔ یہ جوان خودکو یا اخلاقی بدعنوانی کے مراکز میں تباہ وبرباد کردیتے یا عالم خوار طاقتوں کے خدمتگار بن کر ملک کو تباہ کرڈالتے۔

خداوند عالم نے ہم پر اوران پر رحم کیا اور سب کو لٹیروں اور مفسدین کے شر سے بچایا۔اب موجودہ وآئندہ کی مجلس شورائے اسلامی،صدر جمہوریہ اور بعد میں آنے والے جمہوری سربراہوں نگہبان کونسل، عدالتی کونسل اور ہر دور کی حکومت سے میری وصیت ہے کہ ان اخبارات، پریس اور جرائد کو اسلام اور ملک کے مفادات سے منحرف نہ ہونے دیں۔

ہم سب کو معلوم ہونا چاہیے کہ مغربی طرز کی آزادی،نوجوان لڑکوں اورلڑکیوں کی تباہی کا موجب اور اسلام وعقل کے نزدیک قابل مذمت ہے۔اسلام میں ملک کے مفاد اور عفت وپاکدامنی کے خلاف کی جانے والی تشہیرات،مضامین،تقاریر،کتب اور جرائد حرام ہیں اور ہم سب پر اور تمام مسلمانوں پر ان کی روک تھام واجب ہے۔

مخرب اخلاق آزادی پر پابندی ہونی چاہیے اور جو چیزیں اسلامی ملک وملت کے راستے کے خلاف اور اسلامی جمہوریہ کی حیثیت وعظمت کے منافی ہیں اگر انہیں سختی سے نہ روکا گیا تو ہم سب ذمہ دار ہوں گے۔حزب اللہی نوجوان اور عوام اگر مذکورہ باتوں میں سے کوئی بات دیکھیں تو متعلقہ اداروں سے رجوع کریں اور اگر وہ کوتاہی کریں تو خود اپنے تئیں روکنے کی کوشش کریں۔خداوند عالم سب کا حامی ومددگار ہے۔

ن۔ وہ تنظیمیں،گروہ اور افراد جو عوام،اسلامی جمہوریہ اور اسلام کے خلاف سرگرم عمل ہیں سب سے پہلے ملک کے اندر اور باہر موجود ان کے لیڈروں سے میری وصیت ہے کہ تم لوگوں نے جس طرح

سے بھی اقدام کیا، جو سازشیں بھی کیں اور جس ملک کا بھی سہارا لیا ان سب کے طولانی تجربے سے تم کو جو خود کو عالم و عاقل سمجھتے ہو معلوم ہونا چاہیے کہ دہشت گردی، بم کے دھماکے اور بے بنیاد و بے سروپیر کے جھوٹے پروپیگنڈوں سے ایک فداکار قوم کو اس کے راستے سے نہیں ہٹایا جا سکتا، کسی بھی حکومت کو ان غیر انسانی اور غیر منطقی طریقوں سے اقتدار سے نہیں محروم کیا جا سکتا ہے، خاص طور سے ایرانی قوم جیسی قوم کو جس کے کمسن بچوں سے لے کر عمر رسیدہ مرد اور بوڑھی عورتیں بھی اسلامی جمہوریہ، قرآن، مذہب اور مقصد کی راہ میں فداکاری و جاں نثاری کر رہی ہیں۔ تم تو جانتے ہی ہو اور اگر نہیں جانتے ہو تو بہت سی سادہ لوحی سے سوچتے ہو، کیونکہ ملت تمہارے ساتھ نہیں ہے۔ فوج تم لوگوں کی دشمن ہے اور اگر بالفرض فوج اور عوام تمہارے ساتھ اور تمہارے طرفدار تھے بھی تو تمہارے احمقانہ افعال اور مجرمانہ اقدام نے جو تمہاری شرانجام پاتے ہیں عوام کو تم سے الگ کر دیا اور تم لوگوں نے سوائے دشمن بنانے کے کیا کیا ہے؟

عمر کے ان آخری ایام میں میری تم سے خیر خواہانہ وصیت یہ ہے کہ اولاً تم اس طاغوت کے ہاتھوں ستائی ہوئی رنج دیدہ قوم کے ساتھ برسر پیکار ہوئے ہو جس نے ڈھائی ہزار سالہ ستم شاہی دور کے بعد اپنے بہترین جوانوں اور فرزندوں کو نثار کر کے پہلوی حکومت اور مشرق و مغرب کے خون آشام مجرموں کے ستم سے نجات حاصل کی ہے!

ایک انسان کا ضمیر چاہے وہ کتنا ہی پست اور پلید کیوں نہ ہو اس بات پر کیسے راضی ہو سکتا ہے کہ کسی منصب کے حصول کی امید پر اپنے وطن اور قوم کے ساتھ اس طرح پیش آئے اور اس کے چھوٹے بڑے کسی پر بھی رحم نہ کرے؟

میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ ان بے فائدہ اور غیر عاقلانہ کاموں سے ہاتھ کھینچ لو۔ عالمی لٹیروں کے دھوکے میں نہ آؤ۔ جہاں بھی ہو، اگر تم نے کسی جرم کا ارتکاب نہیں کیا ہے تو اپنے وطن اور اسلام کی

آغوش میں واپس آ جاؤ اور توبہ کرلو، کیونکہ خداوند عالم رحمٰن اور رحیم ہے اور انشاء اللہ اسلامی جمہوریہ اور عوام تمہارے ساتھ درگزر سے کام لیں گے اور اگر کسی ایسے جرم کا ارتکاب کیا ہے جس کی سزا خداوند کریم نے معین کردی ہے، اس کے باوجود آدھے راستے سے واپس آجاؤ توبہ کرو اور اگر تمہارے اندر ہمت ہے تو سزا قبول کرلو اور اپنے اس فعل سے خود کو خدا کے سخت عذاب سے بچاؤ اور اگر یہ ہمت نہیں تو جہاں کہیں بھی ہو اپنی زندگی اس سے زیادہ تباہ نہ کرو اور کسی دوسرے کام میں مشغول ہو جاؤ، اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔

اس کے بعد ان لوگوں کے اندرونی اور بیرونی طرفداروں سے وصیت کرتا ہوں کہ کس جذبے کے تحت ان لوگوں کیلئے اپنی جوانی تباہ کررہے ہو جن کیلئے اب ثابت ہو چکا ہے کہ لٹیرے طاقتوں کے خدمتگار ہیں، ان کے منصوبوں پر عمل کرتے ہیں اور نادانستہ طور پر ان کے جال میں پھنس گئے ہیں اور تم لوگ کس کیلئے اپنی قوم پر ظلم کررہے ہو؟ تم ان کے فریب کا شکار ہو چکے ہو اور اگر ایران میں ہو تو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو کہ لاکھوں پر مشتمل عوام اسلامی جمہوریہ کے وفادار اور اس کے خیرخواہ ہیں اور تمہارا مشاہدہ ہے کہ موجودہ حکومت اور گورنمنٹ جان و دل سے عوام اور غریبوں کی خدمت کررہی ہے اور جو لوگ عوامی ہونے اور عوام کیلئے مجاہد و فداکار ہونے کے جھوٹے دعویدار ہیں، وہ خلق خدا کی دشمنی پر کمر بستہ ہیں اور تم جیسے سادہ لوح لڑکوں اور لڑکیوں سے اپنے مقصد کے حصول یا ان دونوں لٹیرے بلاکوں کے مقاصد کیلئے کھیل رہے ہیں اور خود یا ملک سے باہر دونوں جرائم پیشہ بلاکوں میں سے کسی ایک کی آغوش میں (بیٹھ کر عیاشی و) تفریح میں وقت گزار رہے ہیں یا ملک کے اندر (دہشت گرداڈوں والے) عالیشان محلوں میں بدقسمت مجرمین کی طرح امارت کی زندگی بسر کررہے ہیں اور تم نوجوانوں کو موت کے منہ میں دھکیلتے ہیں۔

ملک کے اندر اور باہر موجود، تم نوجوانوں اور جوانوں کو میری مشفقانہ نصیحت ہے کہ غلط راستے سے واپس آ جاؤ اور معاشرے کے محروم لوگوں سے جو جان و دل سے اسلامی جمہوریہ کی خدمت کر رہے ہیں متحد ہو جاؤ، آزاد و خود مختار ایران کیلئے کام کرو تا کہ ملک و قوم مخالفین کے شر سے نجات پائے اور سب ایک ساتھ باعزت زندگی گزاریں۔ کیوں اور کب تک ایسے لوگوں کے اشارے پر چلتے رہو گے؟ جو اپنے ذاتی مفادات کے سوا کچھ اور سوچتے ہی نہیں اور بڑی طاقتوں کی آغوش و پناہ میں بیٹھے اپنی ہی قوم سے جنگ کر رہے ہیں اور تم کو اپنے منحوس مقاصد اور اقتدار پسندی پر قربان کر رہے ہیں۔ تم نے انقلاب کی کامیابی کے ان چند برسوں میں دیکھا کہ ان کے دعوے ان کے کردار و عمل کے منافی ہیں۔ یہ دعوے صرف سادہ لوح نوجوانوں کو دام فریب میں پھانسنے کیلئے ہیں۔ تم جانتے ہو کہ اس ملت کے سیل خروشاں کے مقابلے میں تمہاری کوئی حیثیت نہیں ہے اور تمہارے کاموں کا نتیجہ خود تمہارے نقصان اور عمر کی تباہی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔

چونکہ ہدایت کرنا ہمارا فریضہ تھا وہ ہم نے ادا کر دیا ہے۔ امید ہے کہ اس نصیحت پر جو میری موت کے بعد تم تک پہنچے گی اور اس میں اقتدار پسندی کا کوئی شائبہ نہیں ہے، عمل کرو گے اور خود کے سخت عذاب سے نجات دلاؤ گے۔ خداوند منان تمہاری ہدایت فرمائے اور تمہیں سیدھا راستہ دکھائے۔

بائیں بازو والوں، جیسے کمیونسٹوں، فدائی خلق کے چھاپہ ماروں اور بائیں بازو کی طرف جھکاؤ رکھنے والے دوسرے گروہوں سے میری وصیت یہ ہے کہ تم لوگوں نے مکاتیب عالم کی چھان بین کئے بغیر اسلام کے جاننے والوں کو چھوڑ کر ایسے نظریئے کو کیوں اختیار کر لیا جو دنیا میں دم توڑ رہا ہے؟

تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ ایسے نظریے کے معتقد ہو گئے ہو جو صاحبان تحقیق کے نزدیک لچر اور کھوکھلا ہے۔ وہ کون سا محرک ہے جس نے تم کو اس پر اکسایا ہے کہ اپنے ملک کو روس یا چین کے دامن میں لے

جانا چاہتے ہو؟

عوام دوستی کے نام پر اپنی قوم سے جنگ پر کمر بستہ ہو یا غیروں کے نفع میں اپنے ملک اور ستم رسیدہ عوام کے خلاف سازش کر رہے ہو، دیکھ رہے ہو کہ کمیونزم کی پیدائش ہی سے اس کی طرفدار، آمریت پسند، مطلق العنان اور اقتدار طلب حکومتیں رہی ہیں۔ کتنی قومیں ہیں کہ جنہیں عوام کی طرفداری کے علمبردار روس نے پیروں تلے روند کر صفحۂ ہستی سے مٹا دیا۔

روس کی مسلمان اور غیر مسلمان دونوں قومیں، کمیونسٹ پارٹی کی ڈکٹیٹر شپ میں اب تک ہاتھ پاؤں مار رہی ہیں اور عالمی ڈکٹیٹروں کے گھٹن سے بھی زیادہ سخت گھٹن میں ہر قسم کی آزادی سے محروم ہو کر زندگی گزار رہی ہیں۔ اسٹالن[۱] جو پارٹی کی نام نہاد شخصیتوں میں سے تھا، اس کی آمد و رفت، اس کے طمطراق اور اس کی شان و شوکت ہم نے دیکھی ہے۔ آج تم دھوکہ کھائے لوگ اس حکومت کے عشق میں جان دے رہے ہو جبکہ روس اس کے زیر نگین افغانستان جیسے دوسرے پچھڑے ممالک کے مظلوم عوام ان ہی کمیونسٹوں کے ظلم و ستم کا نشانہ بن کر جاں بحق ہو رہے ہیں اور تم لوگ تو عوام کی طرفداری کے دعویدار ہو لیکن جہاں کہیں بھی تم لوگوں کی رسائی ہوئی وہاں تم نے ظلم کیا۔ تم ہی لوگوں نے تو

۱۔ اسٹالن، جوزف اسٹالن بالشویک پارٹی کی مرکزی کمیٹی کا رکن اور روس کی کمیونسٹ پارٹی کے سرکاری ترجمان اخبار ''پراودا'' کے ایڈیٹروں میں سے تھا۔ وہ ۱۹۲۲ء میں پارٹی کا سیکریٹری جنرل انتخاب ہوا اور اس کے بعد عملی طور پر روسی حکومت کا سربراہ بن گیا۔ اسٹالن کی گائے کا قصہ ان چیزوں میں سے ہے جن کا ذکر امامؒ اپنے بیانات میں اکثر کرتے ہیں۔ قصہ یہ تھا کہ تہران کی کانفرنس میں جب امریکہ اور برطانیہ کے سربراہ ایران آتے ہیں تو سرمایہ دارانہ اعتقادات کے باوجود زیادہ تکلفات سے کام نہیں لاتے ہیں لیکن کامریڈ اسٹالن عوام کا طرفدار ہونے کے باوجود اپنے ساتھ دودھ دینے والی گائے بھی لاتا ہے تاکہ ہر روز صبح اس کا دودھ استعمال کرے۔ یہ تعلقات اور عوام کی حمایت کے وہ نعرے ایسے تناقضات ہیں جن پر امامؒ انگلی دھرتے ہیں۔

آمل شہر[۱] کے شریف باشندوں پر مظالم کے پہاڑ ڈھائے اگرچہ غلط طور پر انہیں اپنا طرفدار بتاتے تھے۔ ان میں سے بہت سے لوگوں کو بہلا پھسلا کر عوام اور حکومت سے جنگ کیلئے بھیجا اور وہ مارے گئے۔ کون سے جرائم ہیں جن کا ارتکاب تم نے نہیں کیا ہے؟

محروم عوام کے نام نہاد طرفدارو! تم ایران کے محروم اور مظلوم عوام کو روسی آمریت کے حوالے کرنا چاہتے ہو اور فدائی خلق، نیز محروموں کی طرفداری کی آڑ لے کر ایسی خیانت کر رہے ہو۔ فرق اتنا ہے کہ تودہ پارٹی اور اس کے رفقائے کار اسلامی جمہوریہ کی طرفداری کی نقاب ڈال کر سازشوں میں مصروف ہیں اور دوسری تنظیمیں، اسلحے، دہشت گردی اور بم کے دھماکوں کے ذریعے یہ خیانت کر رہی ہیں۔

تمام پارٹیوں اور تنظیموں سے جو ایسے تو بائیں بازو کے نام سے مشہور ہیں، گرچہ قرائن وشواہد بتاتے

۱۔ آمل، شمال ایران کے ایک شہر، جس میں کیمونسٹوں کی یونین کے ذریعے جو ایک چھوٹا سا ماؤ ازم کا طرفدار گروہ تھا المناک حادثہ وجود میں آیا۔ شاہ کے زمانے میں اس گروہ کی کوئی سرگرمی نہیں تھی، بلکہ اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد اس کے عناصر امریکہ اور مغربی یورپ سے ایران آئے اور اپنی سرگرمیوں کو شروع کیا۔ اس حادثے کے دوران پچاس مسلح افراد جو کہ شمالی ایران کی جنگلوں میں ایران کے خلاف دہشت گردانہ کارروائیوں میں سرگرم تھے۔ پہلے سے بنائے گئے منصوبے کے تحت آمل شہر میں داخل ہوئے، دہشت گردوں کا مقصد شہر پر فوجی قبضہ کرنا تھا۔ انہوں نے یہ خیال کر رکھا تھا کہ کامیابی کی صورت میں اس علاقے کے عوام ان کے ساتھ ہو جائیں گے اور وہ اس طرح اسلامی انقلاب کے خلاف بغاوت کیلئے ایک مرکز کی تشکیل میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اس تصور کے برخلاف، دہشت گردوں کی مسلحانہ شورش، اپنے آغاز ہی سے اس شہر کے عوام کی جدوجہد واستقامت سے روبرو ہوئی اور یہ شہر مسلح حملہ آوروں کے مقابلے میں بے دفاع عوام کے شدید مقابلے اور گھمسان کی لڑائی کے میدان میں تبدیل ہو گیا۔ تقریباً پانچ گھنٹے کے دوران بھی مسلح عناصر لوگوں کے ذریعے یا تو گرفتار کر لئے گئے یا قتل کر دیئے گئے اور اس طرح یہ سازش ناکام ہو گئی۔ اس حادثے میں عورتوں اور بچوں، نیز بے دفاع لوگوں کی ایک کثیر تعداد بھی جاں بحق ہوئی۔

ہیں کہ یہ امریکہ کمیونسٹ ہیں یا وہ تنظیمیں جو مغرب سے فکری توانائی حاصل کرتی ہیں، یا وہ گروہ جو گرد اور بلوچ۱ عوام کی طرفداری وخودمختاری کے نام پر برسرپیکار ہیں اور کردستان، نیز دوسری جگہوں کے محروم عوام کو ختم کررہے ہیں اوران صوبوں میں جمہوری حکومت کے تعمیر نو، اقتصادی، ثقافتی اور طبی کاموں میں رکاوٹ ڈال رہے ہیں جیسے ڈیموکریٹ۲ اور کوملہ۳ پارٹیاں۔ان سب سے میری وصیت ہے کہ عوام

۱۔ کرد، ایران کے مغربی علاقوں میں اور صوبہ کردستان میں سکونت پذیر ہے۔
بلوچ، ایران کے مشرقی علاقوں میں اور صوبہ سیستان وبلوچستان میں سکونت پذیر ہے۔

۲۔ ڈیموکریٹ پارٹی، ایک قوم پرست پارٹی ہے جس نے ایران میں اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد اس انقلاب کے خلاف دہشت گردانہ اور مسلحانہ کارروائی کا اقدام کیا۔ وہ ایران کے کردستان کی ڈیموکریٹ پارٹی تھی۔ یہ پارٹی ۱۹۴۵ء میں اس وقت وجود میں آئی جب ایران کی سرزمین کا ایک حصہ روسی فوج کے قبضے میں تھا۔اس پارٹی نے سرخ فوج کی مدد سے کردستان میں ایک خودمختار حکومت قائم کی۔ایران سے روسی افواج کی عقب نشینی کے بعد ۱۹۶۰ء کے عشرے تک ایرانی کردستان کی ڈیموکریٹ پارٹی کی موجودگی نہ تھی لیکن اس کا عنوان روسی طرفدار گروہ تودہ پارٹی کے ذریعے باقی رہا۔اسی دوران تودہ پارٹی کے ایک رکن ''قاسم لو'' نے ایران کی تودہ پارٹی کو چیکوسلواکیہ کے ذریعے دیئے جانے والے وظیفے (اسکالرشپ) کی مدد سے پی ایچ ڈی کی ڈگری لینے میں کامیابی حاصل کرلی اوراس نے چیکوسلواکیہ کی ایک یہودی عورت سے شادی کرلی۔موجودہ ثبوتوں کے مطابق وہ اپنی بیوی کے ذریعے اسرائیل کی جاسوسی تنظیم میں شامل ہوا اور کچھ عرصے بعد بغداد کی طرف ہجرت کی اور عراق کی بعث پارٹی کے تعاون سے کردستان نامی جریدے کی دوبارہ اشاعت شروع کی اور ایرانی کردستان کی ڈیموکریٹ پارٹی کے عنوان کو تودہ پارٹی کے انحصار سے نکال دیا۔ ۱۹۸۹ء تک ایران میں ڈیموکریٹ پارٹی کا وجود نہیں تھا لیکن ایران کے اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد قاسم لو،فوری طور پر ایرانی کردستان میں آیا اوراپنی پارٹی کی سرگرمی کے آغاز کا اعلان کردیا۔ وہ پہلا سیاسی گروہ تھا جس نے انقلابی ایران میں قومی خودمختاری کا مطالبہ پیش کیا۔

۳۔ کوملہ، یہ گروہ اسلامی انقلاب کی کامیابی کے موقع پر ماؤازم کے رجحان کے ساتھ کچھ مہم پسند اور انارکیسٹ -->

سے ملحق ہو جاؤ، عوام کو اس کا تجربہ ہے کہ ان علاقوں کے مکینوں کو بدقسمت بنانے کے علاوہ اب تک تم لوگوں نے کوئی کام نہیں کیا ہے اور نہ ہی کر سکتے ہو۔ بنابریں، خود ان کی، قوم کی اور ان کے علاقوں کی مصلحت اس میں ہے کہ حکومت کا ساتھ دیں۔ سرکشی، غیروں کی خدمت اور اپنے وطن سے خیانت سے دستبردار ہو جائیں اور ملک کی تعمیر میں لگ جائیں۔ یقین رکھیں کہ اسلام ان کے جرائم پیشہ مغربی بلاک اور ڈکٹیٹر مشرقی بلاک دونوں سے بہتر ہے اور عوام کی انسانی آرزوئیں بہتر طریقے سے پوری کر سکتا ہے۔

ان مسلمان گروہوں سے جو غلطی سے مغرب یا مشرق کی طرف جھکے نظر آتے ہیں اور منافقین کی جن کی خیانت اب آشکارا ہو چکی ہے، گاہ طرفداری کرتے ہیں اور اسلام کے خیرخواہوں پر لعن طعن کرتے تھے ان سے میری وصیت یہ ہے کہ اپنی غلطی پر اصرار نہ کریں، اسلامی شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی غلطی کا اعتراف کریں اور رضائے خدا کیلئے حکومت، پارلیمنٹ اور مظلوم قوم کے ہم آواز ہمراہ ہو جائیں، تاریخ کے ان مستضعفین کو مستکبرین کے شر سے نجات دلائیں اور پاکیزہ فکر، پاک سیرت اور متدین عالم جناب مدرس مرحوم [۱] کے اس کلام کو یاد کریں جو انہوں نے اس دور کی افسردہ وغمزدہ

<-- عناصر کے ذریعے ایران کے کردستان میں قائم ہوا اور موجودہ ثبوتوں کے مطابق اس کے معرض وجود میں آتے ہی مغرب کی جاسوسی تنظیموں خصوصاً برطانیہ اور بغداد کی وابستہ حکومت کے ذریعے اس کی سنجیدہ طور پر مادی اور فوجی حمایت عمل میں آئی۔ کوملہ پارٹی قوم پرستانہ نعروں کے ذریعے ایرانی کردوں کو علیحدگی کی حوصلہ افزائی کی کوشش کر رہی تھی اور اپنا اقدار ایک سوشلسٹ کردستان بتایا کرتی تھی۔ کوملہ پارٹی کی شہرت زیادہ تر اس وجہ سے ہوئی کہ لوگوں اور انقلاب کے مدافعین کا بہیمانہ طور پر قتل عام کرتی اور وحشیانہ طور پر شکنجے دیا کرتی تھی۔ اسکے ذریعے اعضائے جسمانی کے کاٹنے، سر کی کھال کے اتارنے اور بہت سے مواقع پر کوملہ کے دہشت گردوں کے ذریعے مدافعین انقلاب کو جلانے کے اقدام کا مشاہدہ کیا گیا ہے۔

۱۔ مدرس، ایران کی تاریخ کے ایک حریت پسند سورما، استقلال دوست عالم دین اور استبداد کے خلاف لڑنے -->

پارلیمنٹ میں کہا تھا کہ اگر ہمیں ختم ہونا ہی ہے تو اپنے ہاتھوں کیوں ختم ہوں۔

میں بھی آج اس شہید راہ خدا کو یاد کرتے ہوئے آپ مومن بھائیوں سے عرض کرتا ہوں کہ مشرق کی سرخ فوج یا مغرب کی سیاہ فوج کے زیر پرچم شاندار امارات کی زندگی گزارنے سے بہتر ہے کہ ہم امریکہ اور روس کے مجرمانہ ہاتھوں صفحۂ ہستی سے مٹ جائیں اور اپنے خون سے سرخرو ہو کر باعزت طور پر

ہے۔ والے مجاہد تھے۔ وہ ۱۲۸۷ ہجری قمری میں اردستان کے قریب ایک گاؤں میں پیدا ہوئے اور انہوں نے اپنی ابتدائی تعلیمات اصفہان میں اور اعلیٰ تعلیمات نجف اشرف میں حاصل کیں۔ ان کی سادہ اور عام فہم زبان، مہربانی کی عادت اور سادہ زندگی، ان کو عوام کا قائد اور ہادی بنا دیتی ہے۔ مدرس مجلس شورائے ملی کے قانون سازی کے دوسرے دور میں ۱۳۲۸ ہجری شمسی میں نجف اور ایران کے علمائے دین اور مذہبی پیشواؤں کی جانب سے مجلس کے قوانین پر نگرانی کرانے والے پانچ مجتہدوں میں سے ایک کی حیثیت سے انتخاب ہوتے ہیں اور مجلس کے دوسرے دور کے خاتمے کے بعد تہرانی عوام کی جانب سے ممبر پارلیمنٹ کی حیثیت سے انتخاب ہوتے ہیں۔ وابستہ حکومتوں اور قوم دشمن اور غدارانہ اقدامات کی مخالفت اور برطانیہ سے حکومت ایران کے ۱۹۱۹ء کے غدارانہ معاہدے کی مخالفت جو اس کو مجلس میں پاس ہونے سے روک دیتی ہے اس بات کا سبب بنتی ہے کہ انگریزوں کے حکم پر مدرس اور ان کے ساتھیوں کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا جاتا ہے اور رسالہ دار رضا خان کے ذریعے ان کو ایذائیں پہنچائی جاتی ہیں۔ عوام کا دباؤ اور ان کے بڑھتے ہوئے مظاہرات ان کو تین ماہ جیل میں رہنے کے بعد آزاد کرانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ مجلس میں مدرس کا افشائے راز کرنا، رضا خان کے جمہوریت کے منصوبے کو برملا کر دیتا ہے اور رضا خان کی حکومت اور اس کے منصوبوں سے جو انگریزوں کے حکم پر تیار ہوئے تھے، ان کی مخالفت ان کو استعمار اور استبداد کی سخت ترین اور پائیدار ترین مخالف شخصیت کی حیثیت سے پیش کرتی ہے۔ اجنبی اور اجنبی پرست جو مدرس کے اثر و رسوخ سے سخت وحشت زدہ ہو گئے تھے اور ان کے قتل کی سازشیں یکے بعد از دیگرے ناکام ہو گئی تھیں، لہٰذا وہ فیصلہ کرتے ہیں کہ حریت پسندی اور اسلام پرستی کی اس بلند آواز کو خاموش کریں اور ان کی گرفتاری اور جلاوطنی کی تیاریاں کرتے ہیں اور ۱۳۱۶ ہجری قمری کے ماہ رمضان المبارک کے ایک دن اس عظیم عالم کو مسموم کر کے ان کا گلا گھونٹ دیتے ہیں۔

خدا کے سامنے جائیں، یہ انبیائے کرام، ائمہ مسلمین اور بزرگان دین مبین کی سیرت اور راستہ ہے جس پر ہمیں چلنا چاہیے۔

ہمیں یقین رکھنا چاہیے کہ اگر ملت چاہے تو آزاد زندگی گزار سکتی ہے اور دنیا کے طاقتور کسی قوم پر اس کے عقیدے کے خلاف کوئی چیز مسلط نہیں کر سکتے۔ افغانستان سے عبرت حاصل کرنا چاہیے۔ اگرچہ اس ملک کی غاصب حکومت اور بائیں بازو کی پارٹیاں روس کے ساتھ تھیں اور اب بھی ہیں، مگر اب تک عوام کو جھکا نہ سکیں۔

اس کے علاوہ اب دنیا کی قومیں بیدار ہو چکی ہیں اور اب زیادہ عرصہ نہیں لگے گا کہ یہ بیداری، ایک تحریک وانقلاب میں تبدیل ہو جائے گی اور یہ قومیں مستکبر ستمگروں کے تسلط سے نجات حاصل کر لیں گی، آپ اسلامی اصولوں کے پابند مسلمان، دیکھ رہے ہیں کہ مشرق ومغرب سے جدائی وعلیحدگی کی برکات سامنے آ رہی ہیں۔ مقامی فکر و دماغوں نے کام کرنا شروع کیا اور خود کفیلی کی جانب بڑھ رہے ہیں، مشرق ومغرب کے خائن ماہرین، ہماری قوم کیلئے جو کام محال بتاتے تھے آج ہماری قوم نے اپنی فکر اور ہاتھوں سے نمایاں طور پر انجام دیئے اور انشاء اللہ طویل عرصے میں انجام دے گی۔

صد افسوس کہ یہ انقلاب تاخیر سے وقوع پذیر ہوا اور کم از کم محمد رضا کی کثیف جابرانہ حکومت کے اوائل ہی میں نہیں آیا، اگر اسی وقت یہ انقلاب آ گیا ہوتا تو غارت زدہ ایران اس ایران کے بجائے کچھ اور ہوتا۔

قلمکاروں، مقررین، روشن خیالوں، اعتراض کرنے والوں اور کینہ رکھنے والوں سے میری وصیت یہ ہے کہ بجائے اس کے کہ اپنا وقت اسلامی جمہوریہ کی مخالفت میں ضائع کریں، اپنی ساری طاقت پارلیمنٹ، حکومت اور تمام خدمت گزاروں کی برائی کرنے، برا چاہنے اور بد اندیشی میں لگائیں اور اپنے

اس عمل سے ملک کو بڑی طاقتوں کی طرف لے جائیں، ایک رات خدا سے تنہائی میں اور اگر خدا پر عقیدہ نہیں رکھتے تو اپنے ضمیر سے پوچھیں اور اپنے باطنی جذبے کا جس سے اکثر انسان بے خبر رہتے ہیں، جائزہ لیں۔ دیکھیں کہ کس انصاف اور معیار کے تحت آپ محاذوں اور شہروں میں ان ٹکڑے ٹکڑے ہونے والے جوانوں کے خون کو نظر انداز کر رہے ہیں اور اس ملت کے ساتھ جو ملکی اور غیر ملکی لٹیروں اور ستمگروں کے تسلط سے رہائی چاہتی ہے، اس نے اپنی جان اور عزیز فرزندوں کی قیمت پر آزادی وخود مختاری حاصل کی اور فداکاری و جاں نثاری سے اس کو باقی رکھنا چاہتی ہے، آپ اس قوم سے نفسیاتی جنگ کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ اختلاف انگیز اور خیانت آمیز سازشیں کر رہے ہیں اور مستکبرین، نیز ستمگروں کیلئے راستہ کھول رہے ہیں۔ کیا بہتر نہیں ہے کہ اپنی فکر اور قلم و بیان، وطن کی حفاظت کیلئے اور حکومت، مجلس اور ملت کی رہنمائی میں استعمال کریں؟

کیا بہتر نہیں ہوگا کہ اس مظلوم و محروم قوم کی مدد کریں اور اپنی مدد سے اسلامی حکومت قائم کریں؟ آیا اس مجلس، صدر جمہوریہ، حکومت اور عدلیہ کو سابقہ دور حکومت سے بدتر سمجھتے ہیں؟ آیا اس بے کس مظلوم قوم پر اس لعنتی حکومت کے ظلم و ستم آپ نے فراموش کر دیئے ہیں؟ کیا آپ نہیں جانتے کہ یہ اسلامی ملک اس زمانے میں امریکہ کا فوجی اڈہ تھا اور اس کے ساتھ ایک نوآبادیات جیسا سلوک کیا جاتا تھا۔ پارلیمنٹ سے لے کر حکومت اور فوج سب پر ان کا قبضہ تھا۔ ان کے مشیر، صنعتکار اور ماہرین اس قوم اور اس کے ذخائر کے ساتھ کیا کرتے تھے؟ آیا پورے ملک میں فحاشی، عشرت کدوں، قمار خانوں، میخانوں، شراب کی دکانوں اور سینما گھروں کو فراموش کر چکے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک پوری نسل کو تباہ کرنے کا بڑا ذریعہ تھا۔ آیا اس حکومت کے مکمل طور پر مخرب اخلاق جرائد، اخبارات اور ذرائع ابلاغ کو آپ بھلا بیٹھے ہیں؟

اور اب جبکہ اخلاقی برائیوں کے ان بازاروں کے کوئی آثار نہیں ہیں، چند عدالتوں میں یا چند جوانوں کے جو شاید اکثر منحرف گروہوں کے اشاروں پر اسلام، نیز اسلامی جمہوریہ کو بدنام کرنے کیلئے غلط کام کرتے ہیں اور چند افراد کے جو مفسد فی الارض ہیں اور اسلام، نیز اسلامی جمہوریہ کے خلاف اٹھے تھے مارے جانے پر آپ چیخ اٹھتے ہیں اور ان لوگوں کے ساتھ متحد ہو رہے ہیں جو صراحتاً اسلام کی مذمت کرتے ہیں۔ اسلام کے خلاف جنگ یا قلم اور زبان کی جنگ کر رہے ہیں جو کہ مسلحانہ جنگ سے بھی بدتر ہے۔ ان کی طرف برادری کا ہاتھ بڑھاتے ہیں اور جن لوگوں کے قتل کو خداوند عالم نے مباح قرار دیا ہے انہیں اپنی آنکھوں کا نور کہتے ہیں؟ جو لوگ ۵ مارچ کا سانحہ[۱] وجود میں لائے، جنہوں نے بے گناہ جوانوں کو زدوکوب کر کے شہید کیا ان کے ساتھ آپ بیٹھ کر معرکہ دیکھتے ہیں؟ حکومت اور عدلیہ کا کام،

۱۔ ۵ مارچ ۱۹۸۱ء (۱۴ اسفند ۱۳۵۹ھ ش)، اسلامی انقلاب کے خونین ایام میں سے ایک ہے۔ اس روز حق اور باطل کے درمیان سخت جنگ ہوئی اور حق کے پیروکاروں نے کچھ شہیدوں کا نذرانہ پیش کر کے اسلامی انقلاب کے کمس پینچہ کرنے والے پہلے صدر جمہوریہ "بنی صدر" کی زیر قیادت باطل محاذ کو تباہ کر دیا۔ اس جنگ میں محاذ حق حزب اللہ تھی۔ حزب اللہ، فقاہتی اسلام، ولایت فقیہ کے اصول، علما کی قیادت، مذہبی و اعتقادی معیاروں، ایثار، شہادت، مشرق و مغرب سے بیزاری کی معتقد ایک تحریک تھی اور باطل محاذ آزاد خیالوں، بائیں بازو اور بائیں بازو کی جانب رجحان رکھنے والے گروہوں مثلاً مجاہدین خلق، فدائیان خلق چھاپہ ماروں کے اقلیتی اور اکثریتی گروہوں اور پیکاری نام کے جنگجوؤں، سابق حکومت سے وابستہ گروہوں مثلاً سلطنت پسندوں، خفیہ پولیس کے اراکین، فری میسن کے اراکین اور فوج اور سرکاری دفاتر سے نکالے جانے والے افراد پر مشتمل تھا...

اس روز تہران یونیورسٹی میں ڈاکٹر مصدق کے یوم وفات کے سلسلے میں بنی صدر تقریر کر رہے تھے، تقریر کے خاتمے پر حزب اللہ اور مجاہدین خلق گروہ کے نیم فوجیوں کے درمیان جو اس وقت باضابطہ طور پر آزاد خیالوں کے محاذ میں شامل ہو گیا تھا سخت جھڑپیں ہو گئیں۔

اخلاقی اور اسلامی فعل ہے، یہ دشمنوں، منحرفین اور ملحدین کو کیفر کردار تک پہنچا رہے ہیں اور اس پر آپ مظلومیت کی دہائی دے رہے ہیں؟

میں آپ بھائیوں کیلئے کہ آپ کے گزشتہ حالات سے کسی حد تک مطلع ہوں اور آپ میں سے بعض سے لگاؤ رکھتا ہوں اور آپ کے حالات پر صدمہ ہے لیکن ان لوگوں کیلئے کوئی صدمہ نہیں، جنہوں نے خیر خواہانہ لباس میں شرارتیں کیں، چرواہے کے بھیس میں بھیڑیئے تھے اور ایسے بازیگر تھے جو سب کا کھلواڑ اور مذاق بنا کر ملک وملت کو تباہ کرنے اور دو لٹیری بڑی طاقتوں میں سے ایک کی خدمت کرنے کی فکر میں تھے۔

یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اپنے پلید ہاتھوں سے قابل قدر جوانوں، مردوں اور معاشرے کی تربیت کرنے والے علما کو شہید کیا اور مسلمان مظلوم بچوں پر رحم نہیں کیا انہوں نے معاشرے میں اپنے آپ کو رسوا اور خداوند قہار کی بارگاہ میں ذلیل وخوار کیا اور اب ان کے پاس بازگشت کی راہ نہیں، کیونکہ ان پر نفس امارہ[۱] کا شیطان غالب ہے لیکن آپ مومن بھائی، کابینہ اور پارلیمنٹ کی مدد کریں اور شکایت نہ کریں، کیونکہ وہ محروموں، مظلوموں، غریبوں اور ناداروں، نیز زندگی کی تمام نعمتوں سے محروم لوگوں کی خدمت کی کوشش کر رہی ہیں۔ کیا آپ نے ان مشکلات اور خرابیوں کے باوجود جو ہر انقلاب کا لازمہ ہے اور مسلط کردہ جنگ کے باوجود جو بے شمار نقصانات، لاکھوں ملکی اور غیر ملکی پناہ گزینوں اور حد سے زیادہ

۱۔ نفس امارہ سے مراد انسان کا وہ حیوانی پہلو ہے جس کو غرائز اور خواہشات بھی کہتے ہیں۔ پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: "نفس امارہ سے بڑا دشمن کوئی نہیں" ہر شخص کی دنیوی واخروی سعادت کا تعلق اس دشمن پر اس کے غلبے سے ہے یعنی روح کے معنوی پہلو اور اس کے حیوانی پہلو کے درمیان دائمی مقابلے میں اگر کوئی شخص حیوانی پہلو یعنی نفس امارہ کو قابو میں کرے اور اس میں توازن پیدا کرلے تو وہ جہاں جاہے پہنچ سکتا ہے۔

مزاحمتوں اور رکاوٹوں کے ہمراہ ہے۔ (اسلامی) جمہوریہ کے اداروں کی اس مختصر سی مدت کی خدمات کا سابق نظام حکومت کے آبادکاری کے کاموں سے مقابلہ کیا ہے؟

کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ اس زمانے کے آبادکاری کے کام تقریباً شہروں یا مالدار محلوں کیلئے مخصوص تھے اور غریبوں، نیز محروم لوگوں کو ان کاموں میں سے، بہت کم حصہ نصیب ہوتا تھا یا ہوتا ہی نہ تھا اور موجودہ حکومت اور اسلامی ادارے اس محروم گروہ کیلئے دل و جان سے خدمت کر رہے ہیں۔ آپ مومن افراد بھی حکومت کی مدد کریں تاکہ کام جلد انجام پائیں اور خدا کے حضور جہاں بہر حال جائیے گا، اس کے بندوں کی خدمت کے تمغوں کے ساتھ جائیں۔

ک۔ ایک چیز جس کے بارے میں وصیت اور یاد دہانی ضروری ہے یہ ہے کہ اسلام نے صرف یہ کہ مظلوم عوام کو محروم کرنے والی سرمایہ داری کا موافق نہیں ہے، بلکہ کتاب و سنت میں اس کی سخت مذمت بھی کی گئی ہے اور اس کو سماجی انصاف کا مخالف سمجھتا ہے۔ اگرچہ اسلامی نظام حکومت سے بے خبر بعض کج فہم لوگوں نے اپنی تقریروں اور تحریروں میں ایسا ظاہر کیا ہے اور آج بھی اس پر باقی ہیں کہ اسلام بے حد وحساب سرمایہ داری اور مالکیت کا طرفدار ہے اور اس طرح انہوں نے اسلام کے نورانی چہرے کو اپنی کج فہمی سے چھپانا چاہا ہے اور خودغرضوں، نیز اسلام کے دشمنوں کیلئے راہ ہموار کی ہے تاکہ وہ اسلام پر حملہ کریں اور اس کو مغرب کی سرمایہ دارانہ حکومت مثلاً امریکہ اور برطانیہ کی حکومت اور مغرب کی دیگر لوٹ کھسوٹ کرنے والی حکومتوں جیسی حکومت سمجھیں اور وہ ان نادانوں کے قول و فعل پر بھروسہ کر کے حقیقی اسلام شناسوں سے رجوع کئے بغیر ذاتی غرض کے تحت یا احمقانہ طور پر اسلام کی مخالفت پر اتر آئے ہیں۔

اسلام، کمیونزم اور مارکسزم، لینن ازم کے نظام کی مانند نظام حکومت نہیں جو فردی ملکیت کے مخالف اور اشتراکیت کے قائل ہیں اور جن میں قدیم ادوار سے اختلاف چلا آرہا ہے۔ یہ لوگ عورت اور ہم جنسی

تک میں اشتراکیت کے قائل ہیں۔ یہ لوگ آمریت و مطلق العنان نظام حکومت کے علمبردار ہیں۔ اس کے برخلاف اسلام محدود مالکیت و مصرف کو قبول کرتا ہے اور اسے محترم سمجھتا ہے، چونکہ اسلام ایک معتدل نظام حکومت ہے اور اگر اس پر صحیح طور پر عمل ہو تو صحتمند اقتصادیات کے پہیئے گھومنے لگیں گے اور سماجی انصاف جو ایک صحتمند حکومت کا لازمہ ہے عملی ہو جائے گا۔

یہاں بھی کچھ کج فہمیوں اور اسلام کے اقتصادی نظام سے ناواقفیت کی وجہ سے پہلے گروہ کے ہم خیال ہو گئے ہیں اور انہوں نے بھی کچھ جگہوں پر بعض آیتوں یا نہج البلاغہ کے جملوں کا سہارا لے کر اسلام کو مارکس اور اس کی مانند[1] افراد کے انحرافی مکاتب کا موافق بتایا ہے اور وہ دیگر آیات اور نہج البلاغہ کے جملوں پر توجہ نہ دے کر خود سرانہ طور پر اپنی ناقص سمجھ کے ساتھ اشتراکی فرقوں کی پیروی کرتے ہیں اور کفر واستبداد، انسانی اقدار کو نظر انداز کرنے والے گھٹن کے ماحول اور ایک اقلیتی پارٹی کی جوانسانوں کی کثیر تعداد کے ساتھ جانوروں جیسا سلوک کرتی ہے، حمایت کرتے ہیں۔

مجلس (شورائے اسلامی) نگہبان کونسل، کابینہ، صدر جمہوریہ اور عدالتی کونسل کیلئے میری وصیت یہ

۱۔ امام " کا " مارکس اور اس کی مانند " سے مراد، مارکس، انگلز، لینن اور اسٹالن وغیرہ ہیں۔ کارل مارکس نے (۱۸۱۸ء۔ ۱۸۸۳ء) ۲۳ سال کی عمر سے جب اس نے پی ایچ ڈی کی ڈگری لی، سیاسی جدوجہد کا آغاز کیا اور ۳۱ سال کی عمر تک جب اس کو پیرس سے جلاوطن کیا گیا اور وہ لندن چلا گیا ہمیشہ جدوجہد اور کشمکش میں مشغول رہا۔ وہ کبھی تو جرمنی میں تھا، کبھی فرانس میں اور کبھی بروکسل میں، اسی دوران بروکسل میں کمیونسٹوں کی یونین کی جانب سے کمیونسٹ پارٹی کی تدوین کا کام اس کے ذمے کیا گیا اور اس نے "مینی فسٹ" نامی کتاب لکھی جو لینن کے بقول تاریخی مادیات اور جدلی مادیات کا مظہر ہے۔

مارکس ۱۸۵۱ء سے عمر کے آخری حصے تک لندن میں رہا اور سیاسی و سماجی جدوجہد کے ساتھ اپنے وقت کے زیادہ حصے کو اپنی مشہور کتاب "سرمایہ" لکھنے میں صرف کرتا تھا جو مارکس کے مکتب کے اقتصادی نظریات کی بنیاد ہے۔

ہے کہ خداوند عالم کے احکامات کے سامنے سر تسلیم خم کئے رہیں اور سرمایہ داری کے ظالم لٹیروں اور اشتراکی و کمیونسٹ و ملحد حامیوں کے کھوکھلے پروپیگنڈوں سے متاثر نہ ہوں اور اسلامی دائروں میں رہنے والی ملکیت اور جائز سرمایوں کا احترام کریں، قوم کو اطمینان دلائیں تاکہ سرمائے اور تعمیری سرگرمیاں جاری رہیں اور حکومت و ملک کو خود کفیل بنائیں، ہلکی و بھاری صنعتوں کو فروغ دیں۔ میں جائز پیسے والوں اور دولتمندوں سے وصیت کرتا ہوں کہ اپنی حلال کمائی کو کام میں لگائیں۔ کھیتوں، دیہاتوں اور کارخانوں میں تعمیری اور مفید کام انجام دینے کیلئے اٹھ کھڑے ہوں، کیونکہ یہ خود ایک قابل قدر عبادت ہے۔

میں محروم طبقات کی فلاح و بہبود کی کوشش کیلئے سب سے وصیت کرتا ہوں، کیونکہ دنیا و آخرت میں آپ کی بھلائی معاشرے کے ان محروموں کی حالت بہتر بنانے میں ہے جنہوں نے ظالمانہ شاہی حکومت اور قبائلی سرداری (جاگیردارانہ نظام) کی تاریخ میں رنج و زحمتیں برداشت کی ہیں۔ کتنا اچھا ہے کہ مالدار طبقے کے لوگ رضاکارانہ طور پر جھگیوں اور جھونپڑیوں میں رہنے والے لوگوں کیلئے مکان اور آسائش فراہم کریں اور مطمئن رہیں کہ دنیا و آخرت کی بھلائی اسی میں ہے اور یہ انصاف نہیں ہے کہ ایک تو بے گھر ہو اور ایک کے پاس کئی فلیٹ ہوں۔

ع۔ ان علما اور نام نہاد ملاؤں کے گروہ کیلئے جو مختلف محرکات کے تحت اسلامی جمہوریہ اور اس کے اداروں کی مخالفت کرتے ہیں، ہمہ وقت اس کا تختہ الٹنے میں مصروف رہتے ہیں اور سازش کرنے والے مخالفوں اور سیاسی کھلاڑیوں کی مدد کرتے ہیں، نیز بعض اوقات جیسا کہ بتایا جاتا ہے، اس مقصد کیلئے خدا سے بے خبر سرمایہ داروں سے ملنے والی بھاری رقومات سے بڑی مدد پہنچاتے ہیں۔

میری وصیت یہ ہے کہ آپ لوگوں کو ابھی تک اپنے ان غلط کاموں سے کامیابی نہیں ہوئی اور بعد میں بھی میرے خیال میں آپ کو کامیابی نہ ہوگی، لہذا بہتر یہ ہے کہ اگر آپ نے دنیا کی خاطر یہ کام کیا

ہے تو ہرگز خدا آپ کو آپ کے منحوس مقصد میں کامیاب ہونے نہیں دے گا۔ ابھی توبہ کرنے کا وقت ہے۔ خداوند عالم کی بارگاہ میں توبہ کرلیں اور مظلوم و نیازمند قوم کے ہم آواز بن جائیں اور اسلامی جمہوریہ کی جو قوم کی قربانیوں سے حاصل ہوئی ہے حمایت کریں، کیونکہ دنیا و آخرت کی بھلائی اسی میں ہے۔ اگرچہ مجھے امید نہیں ہے کہ آپ توبہ کرنے میں کامیاب ہوں گے۔ جو لوگ بعض غلطیوں یا بعض فروگزاشت کی وجہ سے جو ان سے عمداً یا سہواً سرزد ہوئی ہیں جس کا اسلام مخالف ہے اسے بنیاد بنا کر اسلامی جمہوریہ کے اصول اور اس کی حکومت کی سخت مخالفت کرتے ہیں اور خدا کی خاطر اس کا تختہ الٹنے کیلئے دوڑ دھوپ کررہے ہیں ان کے نزدیک یہ جمہوریہ بادشاہی حکومت سے بدتر یا اس جیسی ہے۔ وہ لوگ ٹھنڈے دل سے تنہائیوں میں سوچیں اور انصاف سے سابق حکومت اور نظام حکومت سے مقابلہ کریں۔

اس پر بھی توجہ دیں کہ دنیا کے انقلابوں میں ہرج ومرج، غلطیوں اور موقع پرستیوں کا سامنا کرنا ہی پڑتا ہے اور اگر آپ (اسلامی) جمہوریہ کی مشکلات کو مدنظر رکھیں، اس کے خلاف کئے جانے والے جھوٹے پروپیگنڈوں، ملک کے اندر اور ملک کے باہر کے مسلحانہ حملوں، اسلام اور اسلامی حکومت سے قوم کو ناراض کرنے کیلئے تمام سرکاری اداروں میں کچھ مفسدوں اور مخالفین اسلام کی گھس پیٹھ، اکثر یا بہت سے ملازمین کی ناتجربہ کاری یا ان افراد کی جانب سے غلط پروپیگنڈے جنہیں کافی مقدار میں ناجائز فائدے حاصل نہیں ہوسکے یا ان کے فائدے کم ہوگئے ہیں، شرعی قاضیوں کی نمایاں کمی، کمرتوڑ دینے والی اقتصادی مشکلات، لاکھوں ملازمین کی اصلاح اور ان کی چھٹنی کا عظیم مسئلہ، ماہر و صالح لوگوں کی کمی اور اس جیسی دسیوں مشکلات کو پیش نظر رکھیں، تو مخالفت کی وجہ باقی نہیں رہتی، کیونکہ جب تک انسان میدان عمل میں نہیں آتا ان چیزوں سے بے خبر رہتا ہے۔

یہی نہیں اس کے علاوہ ملوکیت پرست، غرضمند اور بڑے سرمایہ دار اشخاص کی طرف سے لادی جانے والی مشکلات کے ذریعے جو رباخواری۱، نفع پرستی، زرمبادلہ کو ملک سے باہر لے جانے ناقابل تحمل حدتک گراں فروشی، اسمگلنگ اور ذخیرہ اندوزی وغیرہ پر مشتمل ہیں، معاشرے کے غریب اور محروم عوام پر دباؤ ڈال کر معاشرے کو تباہ کرر ہے ہیں، یہی لوگ آپ حضرات کے پاس دھوکہ دہی اور شکایت کیلئے آتے ہیں اور بعض اوقات اپنے آپ کو خالص مسلمان ثابت کرنے کیلئے سہم (امامؑ)۲ کے عنوان سے کچھ رقم بھی دیتے ہیں۔ مگرمچھ کے آنسو بہاتے ہیں اور آپ کو غصہ دلا کر (حکومت کی) مخالفت پر اکساتے ہیں۔ ان میں سے بہت سے ناجائز فائدوں کے ذریعے لوگوں کا خون چوستے ہیں اور ملک کی اقتصادیات کو تباہ کرتے ہیں۔

میں انکساری کے ساتھ برادرانہ نصیحت کرتا ہوں کہ آپ حضرات اس قسم کی افواہوں سے متاثر نہ

۱۔ رباخواری، لغت میں ''ربا'' زیادہ ہونے اور بڑھنے کے معنی میں ہے اور اقتصادی نظام میں پیسے کی اقتصادی قیمت کو بڑھانے کے معنی میں اور عملی طور پر وہ نفع اور سود ہے جو قرض دینے والا اپنی مطلوبہ رقم کی بابت وصول کرتا ہے۔
اسلام کی مقدس شریعت میں رباخواری حرام اور گناہ کبیرہ سمجھی جاتی ہے اور عملی طور پر خدا اور اس کے رسولؐ سے اعلان جنگ ہے۔ آج کی دنیا میں بینکنگ نظام اپنی رائج شکل میں ربا یا سود سے سخت وابستہ ہے۔

۲۔ سہم امامؑ، فروع دین میں سے ایک یا خمس کے عبادات یا بیس فیصد کا قانون ہے۔ شیعہ فقہ میں سات چیزوں پر خمس ہے۔ خمس کے چھ حصے ہیں کہ جن میں تین حصے سہم امامؑ (امامؑ کا حصہ) اور بقیہ تین حصہ سادات کا ہے۔ ان تین حصوں میں سے جو کہ سہم امامؑ ہے، ایک حصہ خداوند عالم کا اور ایک حصہ پیغمبر اکرمؐ کا اور آخری حصہ امام معصومؑ سے متعلق ہے کہ جن کے تینوں حصوں کو ''سہم امامؑ'' کہا جاتا ہے اور امام معصومؑ کی غیبت کے زمانے میں خمس کا یہ حصہ جامع الشرائط مجتہد لیتا ہے اور درحقیقت خمس کا یہ حصہ اسلام کی اعلیٰ ثقافت کی کی اشاعت وترویج کیلئے مجتہدین کی مالی اعانت اور اس حصے میں سے اس کام کیلئے رقومات کو مخصوص کرنے کیلئے ہوتا ہے۔

ہوں اور خدا، نیز تحفظ اسلام کیلئے اس (اسلامی) جمہوریہ کی مدد کریں۔ یہ یاد رکھیں کہ اگر اس جمہوریہ کو شکست ہوگئی تو اس کی جگہ حضرت بقیۃ اللہ روحی فداہ کی پسند یا آپ حضرات کے احکامات کی پابند حکومت وجود میں نہیں آئے گی، بلکہ طاقتور دو بلاکوں میں سے ایک کی پسند کی حکومت قائم ہوجائے گی اور دنیا کے محروم لوگ جو اسلام اور اسلامی حکومت سے توقع رکھے ہوئے ہیں، اس سے مایوس ہو جائیں گے اور اسلام ہمیشہ کیلئے گوشہ نشین ہوجائے گا پھر آپ اس روز اپنے عمل پر پشیمان ہوں گے لیکن وقت گزر چکا ہوگا اور اس وقت پشیمانی بے سود ہوگی۔

اگر آپ حضرات کو یہ توقع ہے کہ راتوں رات تمام امور، اسلام اور خداوند عالم کے احکامات کے مطابق بدل جائیں گے تو (یہ آپ کی) بھول ہے اور پوری انسانی تاریخ میں ایسا معجزہ رونما ہوا ہے اور نہ ہوگا۔

اس روز جب انشاء اللہ مصلح کل امام زمانہ علیہ السلام ظہور فرمائیں گے تو آپ یہ خیال نہ کریں کہ کوئی معجزہ رونما ہوگا اور دنیا کی ایک دن میں اصلاح ہوجائے گی، بلکہ کوششوں اور فداکاریوں سے ستمگروں کی سرکوبی ہوگی پھر کہیں جا کر وہ گوشہ نشین ہوں گے۔

اگر بعض منحرف عام لوگوں کے نظریئے کے مطابق آپ کا نظریہ یہ ہے کہ امام زمانہؑ کے ظہور کیلئے کفر اور ظلم کو پھیلانے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ دنیا پر ظلم چھا جائے اور ظہور کے امکانات فراہم ہوجائیں تو اس فکر پر ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن﴾[۱]

۱۔ ﴿انا للہ وانا الیہ راجعون﴾، یہ آیت سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۵۶ کا حصہ ہے۔ جس میں صابرین کے بارے میں گفتگو ہے۔ اس آیت کا مطلب ہے: "وہ لوگ، جب ان پر کوئی مصیبت پڑے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کیلئے ہیں اور اسی کی طرف وہ کو لوٹ کر جانا ہے"۔ اس عبارت کے بیان سے امامؒ کا مقصد ان لوگوں کی مذمت کرنا ہے جو مختلف ←

ف تمام مسلمانوں اور دنیا کے مستضعفین سے میری وصیت یہ ہے کہ آپ کو بیٹھ کر اس امر کا منتظر نہیں رہنا چاہیے کہ آپ کے ملک کے حکام اور صاحبان اختیار یا غیر ملکی طاقتیں آئیں گی اور آپ کیلئے استقلال و آزادی کا تحفہ لائیں گی۔

ہم نے اور آپ نے کم از کم حالیہ سو برسوں میں مشاہدہ کیا ہے کہ دنیا کو لوٹنے والی بڑی طاقتوں کے قدم بتدریج تمام اسلامی ممالک اور دوسرے چھوٹے ملکوں میں پہنچے ہیں۔ تاریخی صفات بھی ہمیں یہی بتاتے ہیں کہ ان ممالک پر حکمفرما حکومتوں میں سے کوئی بھی اپنی قوم کی آزادی، خودمختاری اور آسائش کی فکر میں نہ تھی اور نہ آج ہے، بلکہ ان کی بھاری اکثریت نے یا تو اپنی قوم پر ظلم وستم کیا ہے اور ان کو گھٹن کے ماحول میں رکھا ہے اور اگر کچھ کیا بھی ہے تو ذاتی مفادات کو مدنظر رکھتے ہوئے یا ایک گروہ کے مفادات کی خاطر یا مالدار او نچے طبقے کی تمام نعمتوں سے محروم رہے حتی کہ پانی، روٹی اور قوت لایموت سے بھی محروم ہیں اور (یہ حکومتیں) ان بدبختوں کو مالدار اور عیاش طبقے کے مفادات کیلئے استعمال کر رہی ہیں یا پھر یہ کہ وہ بڑی طاقتوں کی پٹھو ہیں جنہوں نے ممالک اور اقوام کو وابستہ بنانے کیلئے اپنی پوری قوت صرف کی ہے۔ انہوں نے مختلف بہانوں سے اپنے ممالک کو مشرق و مغرب کا بازار بنا دیا ہے، سامراج کے مفادات کو پورا کیا ہے اور اپنی قوم کو پسماندہ اور اشیائے صرف کا استعمال کرنے والا بنا دیا ہے اور اس وقت بھی اسی منصوبے کے تحت کام کر رہی ہیں۔

اے مستضعفین عالم! اے اسلامی ممالک اور دنیا کے مسلمانو! تم اٹھ کھڑے ہو اور اپنے حق کو اپنے

ح۔ محرکات کے تحت اسلامی جمہوریہ ایران اور اس کے اداروں کی مخالفت کرتے ہیں۔ امامؒ فرماتے ہیں: "اگر آپ کا نظریہ یہ ہے کہ حضرت مہدیؑ کے ظہور کیلئے کفر وظلم کے جامہ عمل پہننے کیلئے کوشش کرنی چاہیے تا کہ دنیا میں ظلم پھیل جائے اور ان کے ظہور کی تمہید فراہم ہو تو ایسا عقیدہ مصیبت عظیم ہے اور اس پر ﴿انا للہ﴾ کی تلاوت کرنی چاہیے۔

زور بازو سے حاصل کرو اور بڑی طاقتوں اور ان کے حلقہ بگوشوں کے تشہیراتی شور وغل سے نہ ڈرو۔ مجرم حکام کو جو تمہاری محنت کے پھل کو تمہارے اور عزیز اسلام کے دشمنوں کے حوالے کرتے ہیں، اپنے ملک سے بھگا دو، پابند عہد خدمت گزار طبقے کے ساتھ مل کر تم لوگ خود ملک کے انتظام کو اپنے ہاتھ میں لے لو اور اسلام کے سر بلند پرچم کے نیچے جمع ہو کر اسلام اور ستم رسیدہ انسانوں کے دشمنوں کا مقابلہ کرو، آزاد اور خود مختار جمہوریتوں کے ساتھ ایک اسلامی حکومت کی جانب آگے بڑھو، کیونکہ اگر یہ کر لیا تو دنیا کے تمام سامراجیوں کو ٹھکانے لگا سکتے ہو اور اس طرح تمام مستضعفین تک زمین کی امامت و وراثت پہنچ جائے گی۔ اس روز کی امید کے ساتھ جس کا خداوند عالم نے وعدہ فرمایا ہے۔

ل: اس وصیت نامے کے اختتام پر ایران کے شریف عوام سے ایک بار پھر وصیت کرتا ہوں کہ مقصد جس قدر اہم و عظیم ہوگا دنیا کی زحمتوں، تکلیفوں، فداکاریوں، جاں نثاری اور محرومیتوں کا سامنا بھی اسی اعتبار سے کرنا ہوگا۔ جس مقصد کیلئے آپ شریف اور مجاہد قوم اٹھ کھڑی ہوئی ہیں یا اج اس کیلئے کوشاں ہیں، اس کی حفاظت کیلئے جان و مال کو نثار کر رہی ہیں، وہ بالاترین، والاترین اور سب سے زیادہ قابل قدر مقصد ہے اور ایسا مقصد ہے جسے آغاز کائنات سے پیش کیا گیا ہے اور ابد تک پیش کیا جاتا رہے گا اور وہ ہے اپنے وسیع مفاہیم کے ساتھ مکتب الوہیت اور اس کے رفیع پہلوؤں کے ساتھ نظریہ توحید جس کی تخلیق کی بنیاد اور اس کا مقصد وجود کی وسعت اور غیب و شہود کے درجات و مراتب میں ہے اور وہ مکتب محمدی ﷺ میں تمام مفاہیم، درجات اور پہلوؤں کے ساتھ جلوہ گر ہوا ہے اور تمام انبیائے عظام علیہم السلام اور اولیائے کرام علیہم السلام کی کوشش اس کو جامہ عمل پہنا رہی ہے اور کمال مطلق، نیز لامتناہی جلال و جمال تک رسائی اس کے بغیر ممکن نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ خاکیوں کو ملکوتیوں پر اور ان سے والاتر شرط عطا کیا ہے اور اس راہ میں سیر و سلوک سے جو کچھ خاکیوں کو حاصل ہوتا ہے تمام آشکار اور پوشیدہ خلاقت

میں کسی بھی مخلوق کو حاصل نہیں ہوا ہے۔

اے ملت مجاہد! آپ ایسے پرچم کے نیچے چل رہی ہیں جو تمام مادی ومعنوی دنیا پر لہرا رہا ہے، اب آپ اسے پائیں یا نہ پائیں (آپ کا مقدر ہے) آپ اس راہ پر گامزن ہیں جو تمام انبیاء علیہم السلام کا واحد راستہ ہے اور سعادت مطلق کی واحد راہ ہے۔ اس جذبے کے تحت تمام اولیا اس کی راہ میں شہادت سے ہم آغوش ہوتے ہیں اور شہادت کو شہد سے زیادہ شیرین سمجھتے ہیں۔ آپ کے جوانوں نے محاذوں پر اس کا ایک گھونٹ پیا ہے اور وہ وجد میں آ گئے ہیں۔ یہ ان کی ماں، بہنوں، باپ اور بھائیوں میں متجلی ہے۔

اور حق تو یہ ہے کہ ہم کہیں: ﴿یا لَیتَنا کُنّا مَعَکُم فَنَفُوزَ فَوزاً عَظِیماً﴾[۱]

مبارک ہو ان کیلئے وہ نسیم دل آرا اور وہ ولولہ انگیز جلوہ۔ ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ اس جلوے کا ایک پہلو جھلستے کھیتوں، جاں فرسا فیکٹریوں، ورکشاپوں، صنعت، اختراعات اور ایجادات کے مراکز، قوم کی اکثریت، بازاروں، سڑکوں، دیہاتوں اور تمام ان لوگوں میں جو اسلام، اسلامی جمہوریہ اور ملک کی ترقی وخود کفیلی کیلئے خدمت میں مشغول ومصروف ہیں، جلوہ گر ہے۔

جب تک معاشرے میں تعاون اور ذمہ داری کا یہ جذبہ باقی ہے انشاء اللہ تعالیٰ ہمارا عزیز ملک زمانے کے نقصان سے محفوظ رہے گا۔

بحمد اللہ تعالیٰ دینی مراکز، یونیورسٹیاں اور تعلیم وتربیت کے مراکز کے جوان اس غیبی وخدائی خوشبو سے لطف اندوز ہیں اور یہ مراکز مکمل طور پر ان کے اختیار میں ہیں اور خدا سے امید ہے کہ وہ ان کو تخریبکاروں اور منحرف لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔

۱۔ ﴿یا لَیتَنا کُنّا مَعَکُم فَنَفُوزَ فَوزاً عَظِیماً﴾، یہ جملہ شہدائے کربلا کیلئے پڑھی جانے والی دعا کا ایک حصہ ہے اور اس کا ترجمہ یہ ہے: ''اے کاش ہم تمہارے ساتھ ہوتے اور ہم کو عظیم کامیابی حاصل ہوتی''۔

سب کیلئے میری وصیت یہ ہے کہ خداوند عالم کی یاد کے ساتھ خود شناسی، خود کفیلی اور ہر اعتبار سے استقلال کی جانب آگے بڑھیں اور بلاشک خدا کی مدد آپ کے ہمراہ ہے، بشرطیکہ آپ اس کی خدمت کریں اور اسلامی ممالک کی ترقی و سربلندی کیلئے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون جاری رکھیں۔

میں اپنی عزیز قوم میں جو بیداری، ہوشیاری، وفاداری، فداکاری اور راہ حق میں جذبہ پامردی واستحکام دیکھ رہا ہوں، توقع رکھتا ہوں کہ خداوند عالم کے فضل سے یہ انسانی مفاہیم قوم کے اخلاف تک منتقل ہوں گے اور نسل در نسل ان میں اضافہ ہی ہوگا۔

میں پر سکون دل، مطمئن قلب، شادماں روح اور فضل الٰہی کے آرزومند ضمیر کے ساتھ اپنے تمام بھائی، بہنوں کی خدمت سے رخصت ہو کر ابدی مقام کی طرف سفر کر رہا ہوں جہاں مجھے آپ کی دعائے خیر کی سخت ضرورت ہے۔

خدائے رحمٰن ورحیم سے التجاء ہے کہ وہ اس راہ میں میری کوتاہیوں، خامیوں اور لغزشوں کو درگزر فرمائے اور قوم سے امید ہے کہ ان کے سلسلے میں مجھ سے جو کوتاہی ہوئی ہے اسے معاف فرمائے گی اور عزم صمیم کے ساتھ آگے بڑھتی رہے گی۔

ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ ایک خدمت گزار کے چلے جانے سے قوم کی فولادی دیوار میں رخنہ پیدا نہیں ہوگا، کیونکہ اعلیٰ و بالاتر خدمت گزار مشغول و مصروف خدمت ہیں۔ اللہ اس قوم اور مظلومین جہاں کا نگہبان ہے۔

والسلام علیکم وعلیٰ عباد اللہ الصالحین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

روح اللہ الموسوی الخمینی

یکم جمادی الاول ۱۴۰۳ھ قمری ـ ۲۶ بہمن ۱۳۶۱ھ شمسی

بسمہ

اس وصیت نامے کو میری موت کے بعد عوام کیلئے احمد خمینی ۱ پڑھیں اور اگر انہیں کوئی عذر ہو تو محترم صدر جمہوریہ، (مجلس) شورائے اسلامی کے محترم اسپیکر یا ملک کے محترم چیف جسٹس اس زحمت کو قبول کریں اور اگر یہ بھی معذور ہوں تو نگہبان (کونسل) کے محترم فقہا میں سے کوئی اس زحمت کو قبول کرے۔

روح اللہ الموسوی الخمینی

۱۔ احمد خمینی یعنی آپ ؒ کے بیٹے الحاج سید احمد خمینی ؒ ہیں جو اس وقت حضرت امام ؒ کے روضہ مقدس کے متولی اور موسسہ تنظیم ونشر آثار امام خمینی ؒ کی ہدایت ورہنمائی کرکے اس جاودانی قائد کے آثار وافکار کی اشاعت میں بھرپور حصہ دار رہے ہیں۔

تبصرہ

پیش لفظ کے ساتھ ۲۹ صفحات پر مشتمل وصیت نامہ کے ذیل میں چند باتوں کی یاد دہانی کرادوں:

۱۔ اس وقت جبکہ میں موجود ہوں، حقیقت سے عاری بعض باتیں مجھ سے منسوب کی جارہی ہیں اور ممکن ہے کہ میرے بعد اس میں اضافہ ہوجائے۔ لہذا عرض کرتا ہوں کہ جو کچھ مجھ سے منسوب کیا گیا ہے یا کیا جارہا ہے وہ قابل تصدیق نہیں ہے۔ مگر یہ کہ ماہرین کی تصدیق کے ساتھ میری آواز یا تحریر اور میرے دستخط ہوں یا میں نے اسلامی جمہوریہ (ایران) کے ٹیلی ویژن پر کچھ کہا ہو۔

۲۔ کچھ لوگوں نے میری حیات میں دعویٰ کیا ہے کہ وہ میرے پیغامات لکھتے تھے۔ میں اس بات کی سخت تردید کرتا ہوں۔ ابھی تک کسی بھی اعلان کو خود میرے علاوہ کسی نے تیار نہیں کیا ہے۔

۳۔ بعض لوگوں نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ میرا پیرس کا سفر ان کے ذریعے انجام پایا ہے۔ یہ جھوٹ ہے۔ جب مجھے کویت سے واپس کردیا گیا تو احمد (خمینی) کے مشورے سے پیرس کا انتخاب کیا، کیونکہ اسلامی ممالک میں اجازت نہ ملنے کا امکان تھا، چونکہ وہ شاہ کے زیر اثر تھے لیکن پیرس میں یہ احتمال نہ تھا۔

۴ میں نے تحریک اور انقلاب کے دوران بعض افراد کے فریب اور اسلام نمائی کی خاطر ان کی تعریف وتوصیف کی ہے۔ لیکن بعد میں سمجھا کہ میں ان کی دغابازی کے دھوکے میں آ گیا۔ یہ تعریفیں اس وجہ سے تھیں کہ یہ لوگ خود کو اسلامی جمہوریہ کا پابند عہد اور وفادار ثابت کرتے تھے لہذا ان باتوں سے غلط فائدہ نہیں اٹھایا جانا چاہیے، ہر شخص کی کسوٹی اور کی موجودہ حالت ہے۔

روح اللہ الموسوی الخمینی